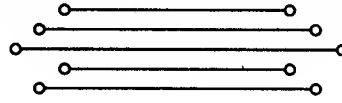


تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست



- | | | | |
|-----|---|-----|---|
| ۲۷۶ | • دعوت تقویٰ | ۲۳۲ | • قیامت سے غافل انسان |
| ۲۸۰ | • پہلی پیدائش دوسری پیدائش کی دلیل | ۲۳۵ | • مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت کے منکر تھے |
| ۲۸۳ | • شک کے مارے لوگ | ۲۳۶ | • قدر ناشناس لوگ |
| ۲۸۴ | • یقین کے مالک لوگ | ۲۳۷ | • آسمان وزمین کوئی کھیل تماشا نہیں |
| ۲۸۴ | • مخالفین نبی ﷺ ہلاک ہوں | ۲۳۷ | • فرشتوں کا تذکرہ |
| ۲۸۵ | • مختلف مذاہب کا فیصلہ روز قیامت ہوگا | ۲۳۸ | • سب قوموں سے بلند اللہ جل شانہ |
| ۲۸۵ | • چاند سورج ستارے سب سجدہ ریز | ۲۳۹ | • خضر علیہ السلام مر چکے ہیں |
| ۲۸۸ | • جنت کے محلات و باغات | ۲۴۳ | • جلد باز انسان |
| ۲۸۹ | • مسجد الحرام سے روکنے والے | ۲۴۴ | • خود عذاب کے طالب لوگ |
| ۲۹۱ | • مسجد حرام کی اولین بنیاد تو حید ہے | ۲۴۴ | • انبیاء کی تکذیب کافروں کا شیوہ ہے |
| ۲۹۲ | • دنیا اور آخرت کے فائدے | ۲۴۸ | • یہودی روایتوں سے بچو |
| ۲۹۴ | • احکام حج | ۲۴۹ | • کفر سے بیزاری طبیعت میں اضمحلال پیدا کرتی ہے |
| ۲۹۵ | • بت پرستی کی گندگی سے دور رہو | ۲۵۱ | • آگ گلستان بن گئی |
| ۲۹۶ | • قربانی کے جانور اور حجاج | ۲۵۳ | • ہجرت خلیل اللہ علیہ السلام |
| ۲۹۹ | • شعائر اللہ کیا ہیں؟ | ۲۵۴ | • نوح علیہ السلام کی دعا |
| ۳۰۱ | • قربانی پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو | ۲۵۵ | • ایک ہی مقدمہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے مختلف فیصلے |
| ۳۰۳ | • حکم جہاد صادر ہوا | ۲۵۸ | • آزمائش اور مصائب ایوب علیہ السلام |
| ۳۰۹ | • اطاعت الہی سے روکنے والوں کا حشر | ۲۶۲ | • ذوالکفل نبی نہیں بزرگ تھے |
| ۳۱۲ | • کافروں کے دل سے شک و شبہ نہیں جائے گا | ۲۶۳ | • یونس علیہ السلام اور ان کی امت |
| ۳۱۳ | • اللہ تعالیٰ کا بہترین رزق پانے والے لوگ | ۲۶۴ | • استغفار موجب نجات ہے |
| ۳۱۶ | • مناسک کے معنی | ۲۶۶ | • دعا اور بڑھاپے میں اولاد |
| ۳۱۷ | • کمال علم رب کی شان | ۲۶۷ | • تمام شریعتوں کی روح تو حید |
| ۳۱۷ | • شیطان کی تقلید | ۲۶۸ | • یافث کی اولاد |
| ۳۱۹ | • منصب نبوت کا حقدار کون؟ | ۲۷۳ | • اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں تمام کائنات |
| ۳۲۰ | • سورہ حج کو دو مسجدوں کی فضیلت حاصل ہے | ۲۷۶ | • جلد یاد برحق غالب ہوگا |
| ۳۲۰ | • امت مسلمہ کو سابقہ امتوں پر فضیلت | | |

تفسیر سورۃ الانبیاء

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف، سورۃ مریم، سورۃ طہ اور سورۃ انبیاء علیہ السلام عتاق اول سے ہیں اور یہی تلاوی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝
مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِمْ مُّحَدَّثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ
وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَا هِيَ اَقْلُوْبُهُمْ وَاَسْرَوْا النَّجْوٰی ۝
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۝ هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَأْتَوْنَ السِّحْرَ
وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

رحم و کرم والے اللہ کے نام سے شروع ○

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا۔ پھر بھی وہ بے خبری میں منہ پھیرے ہوئے ہیں ○ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نئی نصیحت آتی ہے اسے وہ کھیل کود میں ہی سنتے ہیں ○ ان کے دل بالکل غافل ہوتے ہیں، ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ یہ تم ہی جیسا انسان ہے پھر کیا وجہ ہے جو تم آنکھوں دیکھے جادو میں آ جاتے ہو؟ ○

قیامت سے غافل انسان: ☆ ☆ (آیت ۱-۳) اللہ تعالیٰ عز و جل لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ پھر بھی لوگوں کی غفلت میں کمی نہیں آئی نہ وہ اس کے لئے کوئی تیاری کر رہے ہیں جو انہیں کام آئے۔ بلکہ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور ایسے مشغول اور منہمک ہو رہے ہیں کہ قیامت سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اَنّٰی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ امر الہی آگیا اب کیوں جلدی چار ہے ہو؟ دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ الخ، قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا الخ۔ ابونواس شاعر کا ایک شعر ٹھیک اسی معنی کا یہ ہے۔

النَّاسُ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْهُمْ وَ رُحٰى الْمُنِيَّةِ تُطْحَنُ

”موت کی چکی زور زور سے چل رہی ہے اور لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔“

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب مہمان بن کر آئے۔ انہوں نے بڑے اکرام اور احترام سے انہیں اپنے ہاں اتارا اور ان کے بارے میں رسول کریم ﷺ سے بھی سفارش کی۔ ایک دن یہ بزرگ مہمان ان کے پاس آئے اور کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فلاں وادی عطا فرمادی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بہترین زمین کا ایک ٹکڑا میں آپ کے نام کر دوں کہ آپ کو بھی فارغ البالی رہے اور آپ کے بعد آپ کے بال بچے بھی آسودگی سے گزر کریں۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ بھائی مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے کہ ہمیں تو دنیا کڑوی معلوم ہونے لگی ہے۔ پھر آپ نے یہی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد کفار قریش اور انہی جیسے اور کافروں کی بابت فرماتا ہے کہ یہ لوگ کلام اللہ اور وحی الہی

کی طرف کان ہی نہیں لگاتے - یہ تازہ اور نیا آیا ہوا ذکر دل لگا کر سنتے ہی نہیں - اس کان سنتے ہیں اس کان اڑا دیتے ہیں - دل ہنسی کھیل میں مشغول ہیں - بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تمہیں اہل کتاب کی کتابوں کی باتوں کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے تو کتاب اللہ میں بہت کچھ رد و بدل کر لیا، تحریف اور تبدیلی کر لی، کئی زیادتی کر لی اور تمہارے پاس تو اللہ کی اتاری ہوئی خالص کتاب موجود ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہونے پائی - یہ لوگ کتاب اللہ سے بے پرواہی کر رہے ہیں اپنے دلوں کو اس کے اثر سے خالی رکھنا چاہتے ہیں - بلکہ یہ خالماً اوروں کو بھی بہکاتے ہیں کہتے ہیں کہ اپنے جیسے ایک انسان کی ماتحتی تو ہم نہیں کر سکتے - تم کیسے لوگ ہو کہ دیکھتے بھالتے جادو کو مان رہے ہو؟ یہ ناممکن ہے کہ ہم جیسے آدمی کو اللہ تعالیٰ رسالت اور وحی کے ساتھ مختص کر دے پھر تعجب ہے کہ لوگ باوجود علم کے اس کے جادو میں آ جاتے ہیں؟

قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١﴾
 بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ﴿٢﴾
 فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ﴿٣﴾ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ
 مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٤﴾

پیغمبر نے کہا میرا پروردگار ہر اس بات کو جو آسمان و زمین میں ہے بخوبی جانتا ہے ○ وہ بہت ہی سننے والا اور پورا داتا ہے - اتنا ہی نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن پر آگندہ خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ اس نے از خود اسے گھڑ لیا ہے بلکہ وہ شاعر ہے ○ ورنہ ہمارے سامنے یہ کوئی ایسا نشان لائے جیسے کہ اگلے پیغمبر بھیجے گئے تھے ○ ان سے پہلے یعنی بستیوں ہم نے اجازیں سب ایمان سے خالی تھیں تو کیا اب یہ ایمان لائیں گے؟ ○

(آیت: ۱-۴) ان بدکرداروں کے جواب میں جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ یہ جو بہتان باندھتے ہیں ان سے کہنے کہ جو خدا آسمان و زمین کی تمام باتیں جانتا ہے جس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اس نے اس پاک کلام قرآن کریم کو نازل فرمایا اس میں اگلی پچھلی تمام خبروں کا موجود ہونا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا اتارنے والا عالم الغیب ہے - وہ تمہاری سب باتوں کا سننے والا اور تمہارے تمام حالات کا علم رکھنے والا ہے - پس تمہیں اس کا ڈر رکھنا چاہئے - پھر کفار کی ضد ناجھی اور کٹ جتنی بیان فرما رہا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خود حیران ہیں - کسی بات پر جرم نہیں سکتے - کبھی کلام اللہ کو جادو کہتے ہیں تو کبھی شاعری کہتے ہیں - کبھی پراگندہ اور بے معنی باتیں کہتے ہیں اور کبھی آنحضرت ﷺ کا از خود گھڑ لیا ہوا بتاتے ہیں - خیال کرو کہ اپنے کسی قول پر بھروسہ نہ رکھنے والا جو زبان پر چڑھے بک دینے والا بھی مستقل مزاج کہلانے کا مستحق ہے؟ کبھی کہتے تھے اچھا اگر یہ سچا نبی ہے تو حضرت صالح علیہ السلام کی طرح کوئی اونٹنی لے آتا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا کوئی معجزہ دکھاتا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی معجزہ ظاہر کرتا - بے شک اللہ ان چیزوں پر قادر تو ضرور ہے لیکن اگر ظاہر ہوئیں اور پھر بھی یہ اپنے کفر سے نہ ہٹے تو عادت الہی کے تحت عذاب الہی میں پکڑ لئے جائیں گے اور پیس دئے جائیں گے - عموماً اگلے لوگوں نے یہی کہا اور ایمان نصیب نہ ہوا اور غارت کر دیئے گئے - اسی طرح یہ بھی ایسے معجزے طلب کر رہے ہیں - اگر ظاہر ہوئے تو ایمان نہ لائیں گے اور تباہ ہو جائیں گے - جیسے فرمان ہے إِنَّ الدِّينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمُ الرِّحْلُ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ گو تمام تر معجزے دیکھ لیں ایمان قبول نہ کریں گے - ہاں عذاب الیم کے معائنہ کے بعد تو فوراً تسلیم کر لیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے - بات بھی یہی ہے کہ

انہیں ایمان لانا ہی نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کے پیشمار معجزات روزمرہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ بلکہ آپ کے یہ معجزے دیگر انبیاء علیہم السلام سے بہت زیادہ ظاہر اور کھلے ہوئے تھے۔ ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مجمع مسجد میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ اتنے میں عبد اللہ بن سلول منافق آیا۔ اپنی گدی بچھا کر اپنا تکیہ لگا کر وجاہت سے بیٹھ گیا۔ تھا بھی گورا چٹا بڑھ بڑھ کر فصاحت کے ساتھ باتیں بنانے والا کہنے لگا ابو بکر تم حضور ﷺ سے کہو کہ آپ کوئی نشان ہمیں دکھائیں جیسے کہ آپ سے پہلے کے انبیاء نشان لائے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام تختیاں لائے، داؤد علیہ السلام زبور لائے، صالح علیہ السلام اونٹنی لائے، عیسیٰ علیہ السلام انجیل لائے اور آسمانی دسترخوان۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے۔ اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکلے تو آپ نے دوسرے صحابہ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس منافق کی فریاد دربار رسالت میں پہنچاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا، سنو میرے لئے کھڑے نہ ہو جایا کرو۔ صرف اللہ ہی کے لئے کھڑے ہوا کرو۔ صحابہ نے کہا، حضور ﷺ ہمیں اس منافق سے بڑی ایذا پہنچتی ہے۔

آپ نے فرمایا، ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ باہر جاؤ اور لوگوں کے سامنے اپنے ان فضائل کو ظاہر کرو اور ان نعمتوں کا بیان کرو جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔ میں ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھے حکم ہوا ہے کہ میں جنت کو بھی پیغام الہی پہنچا دوں۔ مجھے میرے رب نے اپنی پاک کتاب عنایت فرمائی ہے حالانکہ محض بے پڑھا ہوں۔ میرے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ میرا نام اذان میں رکھا ہے۔ میری مدد فرشتوں سے کرائی ہے۔ مجھے اپنی امداد نصرت عطا فرمائی ہے۔ رعب میرا میرے آگے آگے کر دیا ہے۔ مجھے حوض کوثر عطا فرمایا ہے جو قیامت کے دن تمام اور حوضوں سے بڑا ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے مقام محمود کا وعدہ دیا ہے۔ اس وقت جب کہ سب لوگ حیران و پریشان سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ مجھے اللہ نے اس پہلے گردہ میں چنا ہے جو لوگوں سے نکلے گا۔ میری شفاعت سے میری امت کے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ مجھے غلبہ اور سلطنت عطا فرمائی ہے۔ مجھے جنت نعیم کا وہ بلند و بالا اعلیٰ بالا خانہ ملے گا کہ اس سے اعلیٰ منزل کسی کی نہ ہوگی۔ میرے اوپر صرف وہ فرشتے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ میرے اور میری امت کے لئے غنیمتوں کے مال حلال کئے گئے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہ تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْٓ إِلَيْهِمْ فَسَلُّوْٓا أَهْلَ
الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا
يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خُلْدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ
فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَّشَاءُ وَاهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝

مجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے، سبھی مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے۔ پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو تو ہم نے انہیں ایسے جتنے نہ بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے ○ پھر ہم نے ان سے کئے ہوئے سب وعدے سچے کئے۔ انہیں اور جن جن کو ہم نے چاہا، نجات عطا فرمائی اور حد سے نکل جانے والوں کو غارت کر دیا ○

مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت کے منکر تھے: ☆☆ (آیت: ۷-۹) چونکہ مشرکین اس کے منکر تھے کہ انسانوں میں سے کوئی انسان اللہ کا رسول ہو اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ فرماتا ہے: تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے سب انسان ہی تھے ان میں ایک بھی فرشتہ نہ تھا جیسے دوسری آیت میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوْحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ یعنی تجھ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے اور ان کی طرف وحی نازل فرمائی سب شہروں کے رہنے والے انسان ہی تھے۔ اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ یعنی کہہ دے کہ میں کوئی نیا اور انوکھا اور سب سے پہلا رسول تو ہوں ہی نہیں۔ ان کافروں سے پہلے کے کفار نے بھی نبیوں کے نہ ماننے کا یہی حیلہ اٹھایا تھا جسے قرآن نے بیان فرمایا کہ انہوں نے کہا تَهَا بَشَرٌ يَّهُدُونَنَا انسان ہمارا رہبر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اچھا تم اہل علم سے یعنی یہودیوں اور نصرائیوں سے اور دوسرے گروہ سے پوچھ لو کہ ان کے پاس انسان ہی رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یا فرشتے؟ یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ انسانوں کے پاس انہی جیسے انسانوں کو رسول بنا کر بھیجتا ہے تاکہ لوگ ان کے پاس بیٹھ اٹھ سکیں ان کی تعلیم حاصل کر سکیں اور ان کی باتیں سن سبھ سکیں۔ کیا وہ اگلے پیغمبر سب کے سب ایسے جسم کے نہ تھے جو کھانے پینے کی حاجت نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے۔

جیسے فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں آمد و رفت بھی کرتے تھے یعنی وہ سب انسان تھے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور کام کاج، بیوپار تجارت کے لئے بازاروں میں بھی آتا جانا رکھتے تھے۔ پس یہ بات ان کی پیغمبری کے منافی نہیں۔ جیسے مشرکین کا قول تھا مَا لَ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ الخ، یعنی یہ رسول کیسا ہے جو کھاتا پیتا ہے اور بازاروں میں آتا جاتا ہے۔ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا کہ وہ بھی اس کے ساتھ اس کے دین کی تبلیغ کرتا، اچھا یہ نہیں تو اسے کسی خزانے کا مالک کیوں نہیں کر دیا جاتا یا اسے کوئی باغ ہی دے دیا جاتا جس سے یہ با فراغت کھاپی تولیتا۔ الخ، اسی طرح اگلے پیغمبر بھی دنیا میں نہ رہے آئے اور گئے جیسے فرمان ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ یعنی تجھ سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کو دوام نہیں بخشا۔ ان کے پاس البتہ وحی اللہ آتی رہی۔ فرشتہ اللہ کے حکم احکام پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر رب کا جو وعدہ ان سے تھا وہ سچا ہو کر رہا یعنی ان کے مخالفین بوجہ اپنے ظلم کے تباہ ہو گئے۔ اور وہ نجات پا گئے ان کے تابعدار بھی کامیاب ہوئے۔ اور حد سے گزر جانے والوں کو یعنی نبیوں کے جھٹلانے والوں کو اللہ نے ہلاک کر دیا۔

لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٥﴾
وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا
آخَرِينَ ﴿١٦﴾ فَلَمَّا أَحْسَوْا بِأَسْنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ﴿١٧﴾
لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسْكِنُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَسْأَلُونَ ﴿١٨﴾ قَالُوا يَوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٩﴾ فَمَا زَالَتْ
تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ ﴿٢٠﴾

یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔ کیا پھر بھی تم عقلمندی نہیں کرتے ○ اور بہت سی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں جو تم گارتھیں اور ان کے بعد ہم نے اور جماعتیں پیدا کر دیں ○ جب انہوں نے ہمارے عذاب کا احساس کر لیا تو لگے اس سے بھاگنے ○ بھاگ دوڑ نہ کرو اور جہاں تمہیں آسودگی دی گئی تھی وہیں لوٹو اور اپنے مکانات کی طرف جاؤ تاکہ تم سے سوال تو کر لیا جائے ○ کہنے لگے ہائے خرابی ہماری بے شک تھے تو ہم تم گار ○ پھر تو ان کا یہی قول رہا یہاں تک کہ ہم نے انہیں جڑ سے کٹے ہوئے اور نیچے پڑے ہوئے کر دیا ○

قدر ناشناس لوگ ☆ ☆ (آیت ۱۰-۱۵) اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر غرٹ دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے تمہارا دین تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں ہیں پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے اور اس اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ اِنِّ تَعْرِے لَے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے اور تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کئے جاؤ گے۔

پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کا چورا کر دیا ہے اور آیت میں ہے ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بناء پر ہم نے ان کا چورا کر دیا، بھس اڑا دیا۔ آبادی ویرانی سے اور رونق سنسان سناٹے میں بدل گئی۔ ان کی ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنادیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔ جب ان لوگوں نے عذابوں کو آتا دیکھ لیا، یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اللہ کے عذاب آگئے تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے۔ لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے۔ اب بھاگ دوڑ و نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آ جاؤ تاکہ تم سے سوال جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل و حقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ صاف کہیں گے کہ بے شک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع ہے۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز و بادی جائے اور یہ مسل دیئے جائیں۔ ان کا چلنا پھرنا آنا جانا بولنا چالنا سب یک قلم بند ہو جائے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادٍ ۝۱۱ لَوْ اَرَدْنَا
اَنْ نَّتَّخِذَ لَهُمْ اَوْلَآءَ لَنَخْذُهُ مِنْ لَدُنَّا ۝۱۲ اِنْ كُنَّا فَعٰلِیْنَ ۝۱۳
بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۝۱۴
وَلَكُمْ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝۱۵ وَلَهُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ
وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۶ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ۝۱۷

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کچھ ہنسی کھیل کرنے کے لئے نہیں بنایا ○ اگر ہم یونہی کھیل تماشے کا ہی ارادہ کرتے تو ہم اسے اپنے پاس سے ہی بنا لیتے لیکن ہم کرنے والے ہی نہیں ○ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں۔ سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے ○ تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لئے باعث خرابی ہیں ○ آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ کسرشی کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ○ دن

رات تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور ذرا سی بھی کاہلی نہیں کرتے ○

آسمان وزمین کوئی کھیل تماشا نہیں: ☆☆ (آیت: ۱۶-۲۰) آسمان وزمین کو اللہ تعالیٰ نے عدل سے پیدا کیا ہے تاکہ بردوں کو سزا اور نیکیوں کو جزا دے۔ اس نے انہیں بے کار اور کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ اور آیت میں اس مضمون کے ساتھ ہی بیان ہے کہ یہ گمان تو کفار کا ہے جن کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ دوسری آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر ہم کھیل تماشا ہی چاہتے تو اسے بنا لیتے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عورت کرنا چاہتے۔ لہو کے معنی اہل یمن کے نزدیک بیوی کے بھی آتے ہیں۔ یعنی ہم اگر بیوی بنانا چاہتے تو حور عین میں سے جو ہمارے پاس ہے کسی کو بنا لیتے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اگر ہم اولاد چاہتے۔ لیکن یہ دونوں معنی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ بیوی کے ساتھ ہی اولاد ہے۔ جیسے فرمان ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّخَلَّعَ بِعِزِّهِ اِذَا لَمْ يَشَأْ اَنْ يَخْلُقْ مَنْ يَشَاءُ اَوْ يَخْتَارُ۔ یعنی اگر اللہ کو یہی منظور ہوتا کہ اس کی اولاد ہو تو اپنی مخلوق میں سے کسی اعلیٰ درجے کی مخلوق کو یہ منصب عطا فرماتا لیکن وہ اس بات سے پاک اور بہت دور ہے اس کی توحید اور غلبہ کے خلاف ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ پس وہ مطلق اولاد سے پاک ہے نہ عیسیٰ اس کا بیٹا ہے نہ عزیر۔ نہ فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ ان عیسائیوں، یہودیوں اور کفار مکہ کی ان لغو باتوں اور تہمت سے اللہ واحد قہار پاک ہے اور بلند ہے۔ ان کسنا فاعلین میں ان کو نافیہ کہا گیا ہے یعنی ہم یہ کرنے والے ہی نہ تھے۔ بلکہ جہاد رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ انہی کے لئے ہی ہے۔

فرشتوں کا تذکرہ: ☆☆ ہم حق کو واضح کرتے ہیں اسے کھول کر بیان کرتے ہیں جس سے باطل دب جاتا ہے، ٹوٹ کر چورا ہو جاتا ہے اور فوراً ہٹ جاتا ہے۔ وہ ہے بھی اسی لائق، وہ ٹھہر نہیں سکتا نہ جم سکتا ہے نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے۔ اللہ کے لئے جو لوگ اولادیں ٹھہرا رہے ہیں ان کے اس داعی قول کی وجہ سے ان کے لئے ویل ہے انہیں پوری خرابی ہے۔ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ جن فرشتوں کو تم اللہ کی لڑکیاں کہتے ہو ان کا حال سنو اور اللہ کی الوہیت کی عظمت دیکھو آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے۔ فرشتے اس کی عبادت میں مشغول ہیں۔ ناممکن ہے کہ کسی وقت سرکشی کریں۔ نہ حضرت مسیح کو بندہ اللہ ہونے سے شرم نہ فرشتوں کو اللہ کی عبادت سے عاز نہ ان میں سے کوئی تکبر کرے یا عبادت سے جی چرائے اور جو کوئی ایسا کرے تو ایک وقت آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے میدان محشر میں سب کے ساتھ ہوگا اور اپنا کیا بھرے گا۔ یہ بزرگ فرشتے اس کی عبادت سے تھکتے بھی نہیں، گھبراتے بھی نہیں، سستی اور کاہلی ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ دن رات اللہ کی فرماں برداری میں اس کی عبادت میں اس کی تسبیح و اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ نیت اور عمل دونوں موجود ہیں۔ اللہ کی کوئی نافرمانی نہیں کرتے نہ کسی فرمان کی تعمیل سے رکتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کے مجمع میں تھے جو فرمایا لوگو! جو میں سنتا ہوں، کیا تم بھی سنتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ حضرت ﷺ ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے۔ آپ نے فرمایا، میں آسمانوں کی چڑچڑاہٹ سن رہا ہوں اور حق تو یہ ہے کہ اسے چڑچڑانا ہی چاہئے اس لئے کہ اس میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کسی نہ کسی فرشتے کا سر سجدے میں نہ ہو۔ عبد اللہ بن حارث بن نوفل فرماتے ہیں، میں حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں چھوٹی عمر کا تھا میں نے ان سے اس آیت کا مطلب پوچھا کہ بولنا چاہنا اللہ کا پیغام لے کر جانا، عمل کرنا یہ بھی انہیں تسبیح سے نہیں روکتا؟ میرے اس سوال پر چوکے ہو کر آپ نے فرمایا، یہ بچہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا، نبی عبدالمطلب میں سے ہے۔ آپ نے میری پیشانی چوم لی اور فرمایا، پیارے بچے تسبیح ان فرشتوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے ہمارے لئے سانس لینا۔ دیکھو چلتے پھرتے، بولتے چالتے تمہارا سانس برابر آتا جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں کی تسبیح ہر وقت جاری رہتی ہے۔

أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ﴿٢٣﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ﴿٢٥﴾

ان لوگوں نے جنہیں معبود بنا رکھا ہے کیا وہ مردوں کو زمین سے زندہ کر دیتے ہیں؟ اگر آسمان و زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور معبود بھی ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ عرش کا رب اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔ کوئی نہیں جو اس سے باز پرس کر سکے اور اس کے سوا کوئی نہیں جس سے باز پرس نہ کی جاتی ہو۔

سب تہمتوں سے بلند اللہ جل شانہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۳) شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ جن جن کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو مردوں کو جلا سکے۔ کسی میں یا سب میں مل کر بھی یہ قدرت نہیں پھر انہیں اس قدرت والے کے برابر ماننا یا ان کی بھی عبادت کرنا کس قدر نا انصافی ہے؟ پھر فرماتا ہے سنو! اگر یہ مان لیا جائے کہ فی الواقع بہت سے معبود ہیں تو لازم آئے گا کہ زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جائیں جیسے فرمان ہے مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ اِلٰھِ اللہ کی اولاد نہیں نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لئے پھرتا اور ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا اللہ تعالیٰ ان کے بیان کردہ اوصاف سے مبرا اور منزہ ہے۔

یہاں فرمایا اللہ تعالیٰ مالک عرش ان کے کہے ہوئے ردی اوصاف سے یعنی لڑکے لڑکیوں سے پاک ہے۔ اسی طرح شریک اور ساجھی سے، مثل اور ساتھی سے بھی بلند و بالا ہے۔ ان کی یہ سب تہمتیں ہیں جن سے اللہ کی ذات برتر ہے۔ اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی ہے اس پر کوئی حاکم نہیں۔ سب اس کے غلبے اور قہر تلے ہیں۔ نہ تو اس کے حکم کا کوئی تعاقب کر سکے۔ نہ اس کے فرمان کو کوئی نال سکے۔ اس کی کبریائی اور عظمت و جلال اور حکومت علم اور حکمت لطف اور رحمت بے پایاں ہے۔ کسی کو اس کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں۔ سب پست اور عاجز ہیں لاچار اور بے بس ہیں۔ کوئی نہیں جو چوں کرے کوئی نہیں جو اس کے سامنے بول سکے کوئی نہیں جسے چوں چما کا اختیار ہو جو اس سے پوچھ سکے کہ یہ کام کیوں کیا ایسا کیوں ہوا؟ وہ چونکہ تمام خلق کا خالق ہے سب کا مالک ہے اسے اختیار ہے جس سے جو چاہے سوال کرے ہر ایک کے اعمال کی وہ باز پرس کرے گا۔ جیسے فرمان ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ اِلٰھِ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے سوال کریں گے ہر اس فعل سے جو انہوں نے کیا۔ وہی ہے کہ جو اس کی پناہ میں آ گیا سب شر سے بچ گیا اور کوئی نہیں جو اس کے مجرم کو پناہ دے سکے۔

أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرٌ مِّنْ مَّعِيَ وَذِكْرٌ مِّنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٢٦﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٧﴾

اسے علم ہے ذرے ذرے کا وہ دانا ہے۔ یہ پاک فرشتے بھی اتنی مجال نہیں رکھتے کہ اللہ کے کسی مجرم کی اللہ کے سامنے اس کی مرضی کے خلاف سفارش کے لئے لب ہلا سکیں۔ جیسے فرمان ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش اس کے پاس لے جا سکے؟ اور آیت میں ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ یعنی اس کے پاس کسی کی شفاعت اس کی اپنی اجازت کے بغیر چل نہیں سکتی۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ فرشتے اور اللہ کے مقرب بندے کل کے کل خشیت الہی سے ہمیشہ رب سے لرزاں و ترساں رہا کرتے ہیں۔ ان میں سے جو بھی الوہیت کا دعویٰ کرے، ہم اسے جہنم واصل کر دیں، ظالموں سے ہم ضرور انتقام لے لیا کرتے ہیں۔ یہ بات بطور شرط ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا وقوع بھی ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ خاص بندگان الہی میں سے کوئی ایسا ناپاک دعویٰ کرے اور ایسی سخت سزا بھگتے۔ اسی طرح کی آیت قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ أَوَّلُ لَيْسَ أَشْرَكَ أَحَدٌ ہے۔ پس نہ تو رحمن کی اولاد نہ نبی کریم ﷺ سے شرک ممکن۔

أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا
فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۰﴾
وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا
سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا ۖ وَهُمْ
عَنِ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ النَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾

کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین منہ بند ملے جڑے تھے۔ پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے ○ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنادئے تاکہ وہ مخلوق کو ہلانہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنادیں تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں ○ آسمان کو محفوظ سمجھتے بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے ○ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں ○

زبردست غالب : ☆ ☆ (آیت : ۳۰-۳۳) اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے۔ فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو؟ ابتدا میں زمین و آسمان ملے جڑے ایک دوسرے سے پیوست تھے تبہ بہ تبہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ الہی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟

فَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ آيَةٌ تَذُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

یعنی ہر چیز میں اللہ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تھے بہ تہہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: تم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے۔ نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار آگئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار آگئی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس کی جرات بڑھ گئی ہو؟ لیکن آج وہ دوسوہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے۔ زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے۔ پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان غلا رکھ دی گئی پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنادیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے کہا: حضور ﷺ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے۔ تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو چشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنادیں کہ لوگ با آسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دروازوں میں بھی پہنچ سکیں۔

شان الہی دیکھئے: اس حصے اور اس نکلے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے۔ یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الہی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبة کے بنادیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں۔ فرماتا ہے: قسم آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے: کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں؟ بنا کہتے ہیں: قبة اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اسلام کی بناکیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستون پر کوئی قبة یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلند و بالا اونچا اور صاف ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: رکی ہوئی مویج ہے۔ یہ روایت سنداً غریب ہے۔

لیکن لوگ اللہ کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پرواہ ہیں۔ جیسے فرمان ہے 'آسمان وزمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ کوئی غور و فکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا، کتنا بلند، کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے۔ پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جزاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے۔ اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آنا رات ہے۔ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے۔ اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں قیاس آرائیاں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔ بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا 'بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا 'اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور و تدبر کے بغیر ہی ہٹا لی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا فرمایا بس یہی سبب ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو۔ دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا بدھنا دیکھو۔ سورج چاند کو دیکھو۔ سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے، فلک الگ ہے، چال الگ ہے، انداز اور ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الہی کی بجا آوری میں مشغول ہے۔ جیسے فرمان ہے 'وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے۔ وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے۔ وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت، غلبے والا اور ذی علم والا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشِيرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنَّ مَتَّ فَهُمْ
الْخُلْدُونَ ۚ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ
وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۚ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۲۵﴾

تجھ سے پہلے کے کسی انسان کو بھی ہم نے دوام اور بے شکلی نہیں دی کیا اگر تو مر گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے رہ جائیں گے؟ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں تم سب ہماری ہی طرف لوٹاؤ جاؤ گے ○

خضر علیہ السلام مر چکے ہیں ☆☆ (آیت: ۲۴-۲۵) جتنے لوگ ہوئے سب کو ہی موت ایک روز ختم کرنے والی ہے۔ تمام روئے زمین کے لوگ موت سے ملنے والے ہیں۔ ہاں رب کی جلال و اکرام والی ذات بے شک اور دوام والی ہے۔ اسی آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر مر گئے۔ یہ غلط ہے کہ وہ اب تک زندہ ہوں کیونکہ وہ بھی انسان ہی تھے ولی ہوں یا نبی ہوں یا رسول ہوں تھے تو انسان ہی۔ ان کفار کی یہ آرزو کتنی ناپاک ہے کہ تم مر جاؤ۔ تو کیا یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ایسا تو محض ناممکن ہے دنیا میں تو چل چلاؤ لگ رہا ہے۔ کسی کو بجز ذات باری کے دوام نہیں۔ کوئی آگے ہے کوئی پیچھے۔ پھر فرمایا موت کا ذائقہ ہر ایک کو چکھنا پڑے گا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میری موت کے آرزو مند ہیں تو کیا اس بارے میں میں ہی اکیلا ہوں؟ یہ وہ ذائقہ نہیں جو کسی کو چھوڑ دے۔ پھر فرماتا ہے 'بھلائی برائی سے، سکھ دکھ سے، محاسن کزواہٹ سے، کشادگی تنگی سے ہم اپنے بندوں کو آزمائتے ہیں تاکہ شکر گزار اور ناشکرا صابر اور ناامید

کھل جائے۔ صحت و بیماری، تو گمراہی، فقری، سختی، نرمی، حلال، حرام، ہدایت، گمراہی، اطاعت، معصیت یہ سب آزمائشیں ہیں اس میں بھلے برے کھل جاتے ہیں۔ تمہارا سب کالوٹا ہماری ہی طرف ہے۔ اس وقت جو جیسا تھا کھل جائے گا۔ بروں کو سزا، نیکوں کو جزا ملے گی۔

وَإِذَا رَأٰكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَذَا
الَّذِي يَذْكُرُ الْهَيْكَلُ وَهُمْ يَذْكُرُ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿۳۵﴾
خَلِقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَجَلٍ سَآوِرِيكُمْ أَيْتِي فَلَا
تَسْتَعْجِلُون ﴿۳۶﴾

یہ مگر تجھے جب بھی دیکھتے ہیں انہوں نے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کیا کرتا ہے؟ اور وہ خود ہی رحمن کی یاد کے بالکل ہی منکر ہیں ○ انسان کی جبلت میں جلد بازی رکھی گئی ہے میں تمہیں اپنی نشانیاں ابھی ابھی دکھاؤں گا۔ تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرو ○

جلد باز انسان ☆ ☆ (آیت: ۳۶-۳۷) ابو جہل وغیرہ کفار قریش آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہی ہنسی مذاق شروع کر دیتے اور آپ کی شان میں بے ادبی کرنے لگتے۔ کہنے لگتے کہ لومیاں دیکھ لو یہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تمہارے بزرگوں کو بیوقوف بتاتے ہیں۔ ایک تو ان کی یہ سرکشی ہے۔ دوسرے یہ کہ خود ذکر رحمن کے منکر ہیں۔ اللہ کے منکر رسول اللہ کے منکر۔ اور آیت میں ان کے اسی کفر کا بیان کر کے فرمایا گیا ہے اِنْ كَاذًا لَّيُضِلُّنَا عَنْ الْهَيْكَلِ یعنی وہ تو کہتے ہم جسے رہے ورنہ اس نے تو ہمیں ہمارے پرانے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ خیر انہیں عذاب کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا کہ گمراہ کون تھا؟ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا۔ شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر آکھ اور زبان میں جب روح آگئی تو کہنے لگے الہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر و افضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں داخل جنت ہوئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہوگی اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کون سی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی جبلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لئے کہ انسانی جبلت میں ہی جلد بازی ہے۔ لیکن عادت الہیبہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہی ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے۔ میرے نبی کو مذاق میں اڑانے والوں کی کس طرح کھال ادھرتی ہے۔ تم ابھی ہی دیکھ لو گے۔ جلدی نہ چاؤ، دیر ہے اندھیر نہیں، مہلت ہے بھول نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا
 عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يَنْصُرُونَ ﴿٢٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا
 يَسْتَطِيعُونَ رَدِّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّنْ
 قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣١﴾
 قُلْ مَنْ يَّكْلُوكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۚ بَلْ هُمْ
 عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ
 دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٣٣﴾

کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو بتا دو کہ یہ وعدہ کب ہے؟ ○ کاش کہ یہ کافر جانتے کہ اس وقت نہ تو یہ کافر آگ کو اپنے چروں سے ہٹا سکیں گے اور نہ اپنی کمروں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ○ ہاں ہاں وعدے کی گھڑی ان کے پاس اچانک آجائے گی اور انہیں ہکا بکا کر دے گی۔ نہ تو یہ لوگ اسے ٹال سکیں گے اور نہ ذرا سی بھی مہلت دیئے جائیں گے ○ تجھ سے پہلے کے رسولوں کے ساتھ بھی یہی مذاق کیا گیا۔ پس ہنسی کرنے والوں پر ہی وہ چیز الٹ پڑی جس کی ہنسی کر رہے تھے ○ پوچھ تو کہ اللہ کے سوا دن رات تمہاری حفاظت کون کرتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے ٹال مٹول کرنے والے ہیں ○ کیا ہمارے سوا ان کے اور معبود ہیں جو انہیں مصیبتوں سے بچالیں کوئی بھی خود اپنی مدد کی طاقت بھی نہیں رکھتا اور نہ کوئی ہماری طرف سے رفاقت کیا جاتا ہے ○

خود عذاب کے طالب لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۳۸-۴۰) عذاب الہی کو قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرأت سے کہتے تھے کہ بتلاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے۔ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے۔ اس وقت عذاب الہی اوپر تلے سے اوڑھنا پچھوتا بنے ہوئے ہوں گے طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے الہی عذاب ہٹا سکو گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے۔ جہنم اچانک دبوچ لے گی۔ اس وقت کہے کہے رہ جاؤ گے، مہبوت اور بیہوش ہو جاؤ گے۔ حیران و پریشان ہو جاؤ گے۔ کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اسے دفعہ کر داسے سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور مہلت ملے گی۔

انبیاء کی تکذیب کافروں کا شیوہ ہے: ☆ ☆ (آیت: ۴۱-۴۳) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا رہا ہے مذاق میں اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا، کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں نے یہی کیا جس کی وجہ سے آخرش عذابوں میں پھنس گئے۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا وَتَجَّهُوا سَوَاءً مِّنْ لَّيْلِ لَّيْلٍ وَسَوَاءً مِّنْ نَّهَارٍ نَّهَارٍ وَالْمُلُوكُ يَسْتَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ مُّجِزُونَ ﴿٤١﴾ انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلے والا کوئی نہیں تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں۔ پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی ان آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی ٹھکیں نہ سوئیں۔ من الرحمن کا معنی رحمن کے بدلے یعنی رحمن کے سوا ہیں۔ عربی شعروں میں بھی من بدل کے معنی میں ہے۔ اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے۔ یہ کفار تو اللہ کے ہر احسان کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے

والے ہیں۔ پھر بطور انکار کے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کہ کیا ان کے معبود جو اللہ کے سوا ہیں انہیں اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں؟ یعنی وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ ان کا یہ گمان محض غلط ہے۔ بلکہ ان کے معبود ان باطل خود اپنی مدد و حفاظت کے بھی مالک نہیں۔ بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے۔ ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَاَبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ أَفَلَا يَرَوْنَ
 اَنَّا نَاتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۖ اَفَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝
 قُلْ اِنَّمَا اُنْذِرْكُمْ بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ اِذَا مَا
 يُنْذِرُونَ ۝ وَلَٰسَ مَسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ
 لَيَقُولُنَّ يَوْمَئِذٍ اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ ۝ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ
 الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَاِنْ كَانَ
 مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَابَهَا وَكُفًى ۝

بلکہ ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدوں پر فائدے دیئے یہاں تک کہ ان کی مدت عمر گزر گئی۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں اب کیا وہی غالب ہیں ○ کہہ دے کہ میں تمہیں اللہ کی وحی کے ساتھ آگاہ کر رہا ہوں۔ بہرے لوگ بات نہیں سنتے جب کہ انہیں آگاہ کیا جائے ○ اگر انہیں تیرے رب کے کسی عذاب کی بھابھ بھی لگ جائے تو پکاراٹھتے ہیں۔ ہائے ہماری خرابی یقیناً ہم گنہگار تھے ○ ہم درمیان میں لا رکھیں گے عدل کی ترازو کو قیامت کے دن۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا ایک رائی کے دانے کے برابر جو غل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے ○

ذلت و رسوائی کے مارے لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۴۳-۴۷) کافروں کے کہنے کی اور اپنی گمراہی پر جم جانے کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ انہیں کھانے پینے کو ملتا رہا۔ لمبی لمبی عمریں ملیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کر تو اللہ کو پسند ہیں۔ اس کے بعد انہیں نصیحت کرتا ہے کہ کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے کافروں کیستوں کی بستیاں بوجہ ان کے کفر کے ملیا میٹ کر دیں۔ اس جملے کے اور بھی بہت سے معنی کئے گئے ہیں جو سورہ رعد میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ لیکن زیادہ ٹھیک معنی یہی ہیں جیسے فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ اِلٰخ ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں ہلاک کیں اور اپنی نشانیاں ہیر پھیر کر کے تمہیں دکھا دیں تاکہ لوگ اپنی برائیوں سے باز آ جائیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے ہیں کہ ہم کفر پر اسلام کو غالب کرتے چلے آئے ہیں۔ کیا تم اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں پر غالب کر دیا اور کس طرح جھٹلانے والی اگلی امتوں کو اس نے ملیا میٹ کر دیا اور اپنے مومنوں کو نجات دے دی۔ کیا اب بھی یہ لوگ اپنے تئیں غالب ہی سمجھ رہے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ مغلوب ہیں ذلیل ہیں رذیل ہیں نقصان میں ہیں بربادی کے ماتحت ہیں۔ میں تو اللہ کی طرف کا مبلغ ہوں جن جن عذابوں سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں یہ اپنی طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ کا کہا ہوا ہے۔ ہاں جن کی آنکھیں اللہ نے اندھی کر دی ہیں جن کے دل دماغ بند کر دیئے ہیں انہیں یہ اللہ کی باتیں سودمند نہیں پڑتیں۔ بہروں کو آگاہ کرنا بے کار ہے کیونکہ وہ تو سنتے ہی نہیں۔ ان گنہگاروں پر اک ادنیٰ سا بھی عذاب آ جائے تو وہ پلا کرنے لگتے ہیں اور اس وقت بے ساختہ اپنے قصور کا اقرار کر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن عدل کی ترازو قائم کی جائے گی۔ یہ ترازو ایک ہی ہوگی لیکن جو اعمال اس میں

تو لے جائیں گے وہ بہت سے ہوں گے اس اعتبار سے لفظ جمع لائے۔ اس دن کسی پر کسی طرح کا ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حساب لینے والا خود اللہ ہے جو اکیلا ہی تمام مخلوق کے حساب کے لئے کافی ہے۔ ہر چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی وہاں موجود ہو جائے گا۔

اور آیت میں فرمایا، تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا، فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الخ، اللہ تعالیٰ ایک رائی کے دانے برابر بھی ظلم نہیں کرتا نیکی کو بڑھاتا ہے اور اس کا اجر اپنے پاس سے بہت بڑا عنایت فرماتا ہے۔ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیتوں میں اپنے بیٹے سے فرمایا تھا، بچے ایک رائی کے دانے برابر بھی جو عمل ہو خواہ وہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں وہ اللہ سے لائے گا وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں وزن دار ہیں اور اللہ کو بہت پیارے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سود فتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک ایک دفتر ہوگا پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کئے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ یہ جواب دے گا کہ الہی نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظلم لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرا ہوا کہے گا، الہی کوئی نہیں۔ پروردگار عالم فرمائے گا، کیوں نہیں؟ بے شک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو۔ وہ کہے گا، الہی یہ پرچہ ان دفاتر کے مقابلے میں کیا کرے گا؟ جناب باری فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اب تمام کے تمام دفاتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچے کا وزن ان تمام دفاتر سے بڑھ جائے گا۔ یہ جھک جائے گا اور وہ اونچے ہو جائیں گے اور اللہ رحمن درجیم کے نام سے کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی روایت ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن جب ترازو میں رکھی جائیں گی پس ایک شخص کو لایا جائے گا اور ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور جو کچھ اس پر شمار کیا گیا ہے وہ بھی رکھا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا اور اسے جہنم کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ ابھی اس نے پیٹھ پھیری ہی ہوگی جو اللہ کی طرف سے ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا اور کہے گا جلدی نہ کرو۔ ایک چیز اس کی باقی رہ گئی ہے پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا وہ اس شخص کے ساتھ ترازو کے پلڑے میں رکھا جائے گا اور یہ پلڑا نیکی کا جھک جائے گا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میرے غلام ہیں جو مجھے جھٹلاتے بھی ہیں میری خیانت بھی کرتے ہیں میری نافرمانی بھی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں مارتا پٹیتا ہوں اور برا بھلا بھی کہتا ہوں۔ اب فرمائیے میزان ان کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا ان کی خیانت نافرمانی، جھٹلانا وغیرہ جمع کیا جائے گا اور تیرا مارنا پٹینا برا کہنا بھی۔ اگر تیری سزا ان کی خطاؤں کے برابر ہوئی تو تو چھوٹ گیا نہ عذاب نہ ثواب ہاں اگر تیری سزا کم رہی تو تجھے اللہ کا فضل و کرم ملے گا اور اگر تیری سزا ان کے کرتوتوں سے بڑھ گئی تو تجھ سے اس بڑھی ہوئی سزا کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ صحابیؓ رونے لگے اور چیخنا شروع کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ کیا اس نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا؟ وَ نَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ الخ یہ سن کر اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان معاملات کو سن کر تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے ان تمام غلاموں کو آزاد کر دوں۔ آپؐ گواہ رہے۔ یہ سب راہ اللہ میں آزاد ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا
لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ
السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿٥٩﴾ وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ
مُنْكَرُونَ ﴿٦٠﴾

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ و پند والی کتاب عطا فرمائی تھی ○ جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے
خوف کھاتے ہیں اور قیامت کا کھٹکار کھنے والے ہیں ○ اور یہ نصیحت و برکت والا قرآن بھی ہم ہی نے نازل فرمایا ہے کیا پھر بھی تم اس کے منکر ہو؟ ○

کتاب النور: ☆ ☆ (آیت: ۵۸-۵۹) ہم پہلے بھی اس بات کو جتنا چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کا ذکر اکثر ملا جلا
آتا ہے اور اسی طرح توراة اور قرآن کا ذکر بھی عموماً ایک ساتھ ہی ہوتا ہے۔ فرمان سے مراد کتاب یعنی تورات ہے جو حق و باطل، حرام و حلال میں
فرق کرنے والی تھی۔ اسی سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو مدد ملی۔ کل کی کل آسمانی کتابیں حق و باطل، ہدایت و گمراہی، بھلائی برائی، حلال حرام میں
جدائی کرنے والی ہوتی ہیں۔ ان سے دلوں میں نورانیت، اعمال میں حقانیت، قلب کا خوف و خشیت، ڈر اور رجوع اللہ کی طرف حاصل ہوتا ہے۔
اسی لئے فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے یہ کتاب اللہ نصیحت و پند اور نور و روشنی ہے۔ پھر ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے اللہ
سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں۔ جیسے جنیتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا مِّنْ حَشِيٍّ الرَّحْمَنِ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ وَ
رَحْمَنٌ سِّن دیکھنے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں۔ اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے
اور بہت بڑا اجر ہے۔ ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ یہ قیامت کا کھٹکار کھتے ہیں۔ اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پھر
فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی
طرف سے اترے۔ افسوس کیا اس قدر وضاحت و حقانیت صداقت و نورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اس سے منکر بنے رہو؟

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ ﴿٦١﴾ إِذْ
قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا
عَكْفُونَ ﴿٦٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عِبَادِينَ ﴿٦٣﴾ قَالَ لَقَدْ
كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٦٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا
بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللَّاعِينَ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ رَبُّكُمْ رَبُّ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ ۖ وَأَنَا عَلَىٰ ذَلِكُمْ مِّنَ
الشَّاهِدِينَ ﴿٦٦﴾

یقیناً ہم نے ابراہیم کو چھپنے (بچپن) میں ہی ان کی راہ یابی دے رکھی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی باخبر تھے ○ جب کہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا

کہ یہ سورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو ہیں ○ کیا؟ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ○ آپ نے فرمایا پھر تو تم آپ اور تمہارے باپ دادا بھی سب یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ○ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ حق لائے ہیں ○ یا یونہی کھلی بازی کر رہے ہیں ○ آپ نے فرمایا نہیں نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں ○

یہودی روایتوں سے بچو: ☆ ☆ (آیت ۵۱-۵۶) فرمان ہے کہ خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بچپن سے ہی ہدایت عطا فرمائی تھی۔ انہیں اپنی دلیلیں الہام کی تھیں اور بھلائی سمجھائی تھی۔ جیسے اور آیت میں ہے وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ یہ ہیں ہماری زبردست دلیلیں جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دی تھیں تاکہ وہ اپنی قوم کو قائل کر سکیں۔ یہ جو قصے مشہور ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانے میں ہی انہیں ان کے والد نے ایک غار میں رکھا تھا جہاں سے مدتوں بعد وہ باہر نکلے اور مخلوقات الہی پر خصوصاً چاند تاروں وغیرہ پر نظر ڈال کر اللہ کو پہچانا یہ سب بنی اسرائیل کے افسانے ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب و سنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو موافقت و مخالفت کچھ نہ ہو گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کر سکتے ہیں نہ غلط۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع و نافع کامل و شامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی۔ ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو وارد نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ نے تشریح کی ہے۔

غرض یہ ہے کہ آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے۔ بچپن میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو ناپسند فرمایا اور نہایت جرأت سے اس کا سخت انکار کیا اور قوم سے بر ملا کہا کہ ان بتوں کے ارد گرد مجمع لگا کر کیا بیٹھے ہو؟ حضرت اصبح بن نباتہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ راہ سے گزر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں۔ آپ نے یہی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتا ہوا انگار لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے؟ کہنے لگ کہ یہ تو پرانی روش ہے باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟ ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے۔ ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ بھلائی بننے سے رہی میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادا کبھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقل مندوں کی توہین دیکھی اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے والے کلمات سنئے اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے ہو؟ ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ کا موقع ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان و زمین ہی ہے تمام چیزوں کا خالق و مالک وہی ہے۔ تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی نہ خالق ہیں نہ مالک پھر معبود و معبود کیسے ہو گئے؟ میری گواہی ہے کہ خالق و مالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اس کے سوا کوئی رب نہ معبود۔

وَتَاللّٰهِ لَا كَيْدَٓ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مَذٰبِرَیْنَ ۝۵۷
 فَجَعَلَهُمْ جُذٰٓا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ۝۵۸
 قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِالِهٰتِنَا اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۵۹
 سَمِعْنَا فَاَنْتِیْ یَذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهُ اِبْرٰهیمُ ۝۶۰

اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کا علاج تمہارے پیٹھ پھیر کر جا چکنے کے بعد ضرور کروں گا ○ پھر تو ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا۔ یہی بھی اس لئے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں ○ کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے ○ بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے تو سنا تھا جسے ابراہیم کہا جاتا ہے ○

کفر سے بیزاری طبیعت میں اضمحلال پیدا کرتی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۵۷-۶۰) دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے) اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا اور جذبہ توحید میں آکر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کروں گا۔ اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سنا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لئے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔

چنانچہ یہ آپ کو لے چلا کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر پڑے اور فرمانے لگے! اب میں بیمار ہو گیا۔ باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لئے آگے بڑھ گئے اور لوگ جو راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟ جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں۔ جب عام لوگ نکل گئے اور بڑھے بڑے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا، تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے معبودوں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا۔ جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال جائے کہ شاید اس بڑے اللہ نے ان چھوٹے معبود کو عارت کر دیا ہوگا۔ کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے الوہیت کے لائق کیسے ہو گئے۔ چنانچہ اس خیال کی چٹنگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ جیسے کہ مروی ہے۔ جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے معبود منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی حالت سے وہ بتا رہے ہیں کہ وہ محض بے جان بے نفع و نقصان ذلیل و حقیر چیز ہیں۔ اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بے وقوفی پر وہ مہر لگا رہے تھے۔ لیکن ان بیوقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے! یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟ اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے ان معبودوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے، جو نبی آیا جو ان۔ جو عالم بنا جو ان۔ شان الہی دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ

کا تھا وہ اب پورا ہوا ہے۔

قَالُوا فَاتُوا بِهِ عَلَىٰ عَيْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾
 قَالُوا أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالْهَتِنَا يَا بَرْهِيمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ
 بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا
 يَنْظُرُونَ ﴿٦٣﴾

سب نے کہا 'اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں ○ کہنے لگے 'اے ابراہیم کیا تو نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ ○ آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے اس بڑے نے کیا ہے۔ تم اپنے معبودوں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں ○

(آیت: ۶۱-۶۳) قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کی سزا دو۔ حضرت خلیل اللہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطیاں ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم و جاہل ہیں کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نفع و نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ چنانچہ مجمع ہوا۔ سب چھوٹے بڑے آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی لازم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان معبودوں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے نکلے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل الہی پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خلیل الہی نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ دو تو راہ اللہ میں ایک تو ان کا یہ فرمانا کہ ان بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔ دوسرا یہ فرمانا کہ میں بیمار ہوں۔ اور ایک مرتبہ حضرت سارہ کے ساتھ سفر میں تھے اتفاق سے ایک ظالم بادشاہ کی حدود سے آپ گزر رہے تھے۔ آپ نے وہاں منزل کی تھی۔ کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی کہ ایک مسافر کے ساتھ بہترین عورت ہے اور وہ اس وقت ہماری سلطنت میں ہے۔ بادشاہ نے جھٹ سپاہی بھیجا کہ وہ حضرت سارہ کو لے آئے۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا 'میری بہن ہے اس نے کہا اسے بادشاہ کے دربار میں بھیجو آپ حضرت سارہ کے پاس گئے اور فرمایا سنو اس ظالم نے تمہیں طلب کیا ہے اور میں تمہیں اپنی بہن بتا چکا ہوں اگر تم سے بھی پوچھا جائے تو یہی کہنا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہو روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلیں آپ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت سارہ کو اس ظالم نے دیکھا اور ان کی طرف لپکا اسی وقت اللہ کے عذاب نے اسے پکڑ لیا ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے گھبرا کر عاجزی سے کہنے لگا اے نیک عورت اللہ سے دعا کر کہ وہ مجھے چھوڑ دے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ آپ نے دعا کی۔ اسی وقت وہ اچھا ہو گیا لیکن اچھا ہوتے ہی اس نے پھر قصد کیا اور آپ کو پکڑنا چاہا۔ وہی پھر عذاب الہی پہنچا اور یہ پہلی دفعہ سے زیادہ سخت پکڑ لیا گیا پھر عاجزی کرنے لگا۔ غرض تین دفعہ پے در پے یہی ہوا۔ تیسری دفعہ چھوٹے ہی اس نے اپنے

قریب کے ملازم کو آواز دی اور کہا تو میرے پاس کسی انسان عورت کو نہیں لایا بلکہ شیطانہ کو لایا ہے۔ جا اسے نکال اور ہاجرہ کو اس کے ساتھ کر دے۔ اسی وقت آپ وہاں سے نکال دی گئیں اور حضرت ہاجرہ آپ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آہٹ پاتے ہی نماز سے فراغت حاصل کی اور دریافت فرمایا کہ ہو کیا گزری؟ آپ نے فرمایا اللہ نے اس کافر کے مکر کو اسی پر لوٹا دیا اور ہاجرہ میری خدمت کے لئے آگئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ یہ ہیں تمہاری اماں اے آسمانی پانی کے لڑکو۔

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٦﴾ ثُمَّ
تَكَسَّوْا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿٥٧﴾
قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا
يَضُرُّكُمْ ﴿٥٨﴾ أَفَلَا يَصْطَرِكُمْ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ يَكُن لَّكُمْ وَلِيًّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿٦٠﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
فَاعِلِينَ ﴿٦١﴾ قُلْنَا إِنَّا لَبَدَأُوكَ إِنَّا بَرَاءٌ لِّإِبْرَاهِيمَ ﴿٦٢﴾ وَ
إِرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخِسِرِينَ ﴿٦٣﴾

پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو ○ پھر سر ڈال کر کچھ سوچ ساج کر باوجود قائل ہو جانے کے کہنے لگے کہ یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں ○ ظلیل اللہ نے اسی وقت فرمایا افسوس کہ تم ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان ○ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟ ○ کہنے لگے کہ اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو ہم نے فرما دیا کہ اسے آگ تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم کے لئے سلامتی اور آرام کی چیز بن جا ○ گو انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ہی نقصان پانے والا کر دیا ○

اپنی حماقت سے پریشان کافر: ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۷) بیان ہو رہا ہے کہ ظلیل اللہ علیہ السلام کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہو گیا اپنے تئیں اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی۔ اپنے معبودوں کے پاس کسی کو حفاظت کے لئے نہ چھوڑا اور جل دیے۔ پھر غور و فکر کر کے بات بتائی کہ آپ جو کچھ ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بت بے زبان ہیں؟ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔ اب حضرت ظلیل اللہ علیہ السلام کو خاصا موقع مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بے زبان بے نفع و ضرر چیز کی عبادت کیسی؟ تم کیوں اس قدر بے سمجھ ہو رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں پر۔ آہ کہ قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور اللہ واحد کو چھوڑ دیا جائے؟ یہی تھیں وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم کو وہ دلیلیں سکھادیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔

آگ گلستان بن گئی: ☆ ☆ (آیت: ۶۸-۷۰) یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کو ان کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے۔

آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان معبودوں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے اسے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے، اس کے پاس جانا محال ہو گیا، اب گھبرائے کہ خلیل اللہ کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا، ایک متغنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بٹھا کر جھولا کر پھینک دو۔ مروی ہے کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا، آپ نے فرمایا: حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے بھی یہی پڑھا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا: الہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور تو حید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔ مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا: الہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، تیری ذات پاک ہے تمام حمد و ثناء تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک و ساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی واللہ اعلم۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان و زمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا: کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا: تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بارش کا دار و دروغ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم الہی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر تو سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوتیاں تو آگ نے جلادیں لیکن آپ کے ایک روکنے کو بھی آگ نہیں لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آگ کو حکم ہوا کہ وہ خلیل اللہ علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرور پہنچتی۔ اس لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں خلیل اللہ کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھو اتک نہیں یہاں تک کہ اللہ عز و جل نے اسے بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی فرماتے ہیں: سایہ یا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت و سہرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا، کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے، اس وقت آپ کو اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا: ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے فاسق کہا

ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا اگرگوں کو مار ڈالنے کے لئے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھارہے تھے سوائے گرگٹ کے یہ اور پھونک رہا تھا۔ پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکرم ہم نے ان پر الٹ دیا۔ کافروں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔ حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا۔ ادھر خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آپڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روٹی جل جائے۔

وَنَجَّيْنَاهُ وَلَوْطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾
 وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ﴿٧٢﴾
 وَجَعَلْنَاهُمْ آيَمَةً يُهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ
 الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا لَنَا عِبْدِينَ ﴿٧٣﴾
 وَلَوْطًا أَتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ
 تَعْمَلُ الْخَبِيثَ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَسَقِينَ ﴿٧٤﴾ وَأَدْخَلْنَاهُ
 فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٧٥﴾

ع

ہم ابراہیم اور لوط کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی ○ اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب اور زیادہ دیا ○ اور ہر ایک کو ہم نے نیک کر دیا ○ اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ کے دینے کی وحی کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے ○ ہم نے لوط کو بھی حکمت و علم دیا اور اسے اسی بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے اور تھے بھی بدترین گنہگار ○ اور ہم نے لوط کو اپنی مہربانیوں میں داخل کر لیا ○ بے شک وہ نیک کار لوگوں میں سے تھا ○

ہجرت خلیل اللہ علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۵) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں کی آگ سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تمام بیٹھاپانی شام کے صحرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ نے نجات دی۔ اور شام کے ملک میں پہنچایا۔ شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے۔ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ بقول کعب آپ حران کی طرف گئے تھے۔ یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعن زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس قرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلے۔ انہی کا نام حضرت سارہ ہے رضی اللہ عنہا۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ

آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں اور آپ کے ساتھ ہی ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ ہجرت کے شریف میں ختم ہوئی۔ مکہ ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس میں آ جانے والا امن و سلامتی میں آ جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا۔ یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے فَبَشِّرْهُنَّ بِسُخْقٍ وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَقٍ يَعْقُوبُ چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام کے سوال میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیکو کار بنایا۔ ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم اللہ خلق اللہ کو راہ اللہ کی دعوت دیتے رہے۔ ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی۔ اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لوط بن ہاران بن آذر علیہ السلام۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی جیسے کلام اللہ شریف میں ہے قَامَنَ لَهُ لُوطٌ اَخٌ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا۔ اور سدوم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا۔ مخالفت پر کمر بستگی کر لی۔ جس کے باعث عذاب الہی میں گرفتار ہوئے اور فقا کر دیئے گئے جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دے دی۔ اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکو کار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔

وَنُوحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصْرَنَاهٗ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا سَوِيًّا فَآغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی بے چینی سے نجات دی ○ اور جو لوگ ہماری آجوں کو جھٹلا رہے تھے ان پر ہم نے اس کی مدد کی یقیناً وہ برے لوگ تھے۔ پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا ○

نوح علیہ السلام کی دعا: ☆ ☆ (آیت: ۷۶-۷۷) نوح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم نے ستیا۔ تکفیس دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما۔ زمین پر ان کافروں میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر و کافر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کی اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے۔ آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی۔ قوم کی خفیہ ایذا دہی اور تکلیف سے رب عالم نے اپنے نبی کو بچالیا۔ ساڑھے نو سو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک و کفر سے باز نہ آئے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو اذیت دینے کے لیے بھڑکاتے رہے۔ ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت و آبرو کے ساتھ کفار کی ایذا رسانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا۔ سب ڈوب دئے گئے۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمْنَ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَسَتْ فِيهِ غَنَمُ
 الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحَكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ۝ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا
 حُكْمًا وَعِلْمًا وَسَخَرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرُ
 وَكُنَّا فَاعِلِينَ ۝ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لَتُحَصِّنَكُمْ
 مِنَ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ ۝

داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جب کہ وہ بھیقتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں اس میں چر چک گئی تھیں ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے ○ اور ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا ہاں ہر ایک کو ہم نے حکمت و علم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیئے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی - ہم کرنے والے ہی تھے ○ اور ہم نے اسے تمہارے لئے لباس بنانے کی کار گیری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو کیا اب بھی تم شکر گزار ہو گے؟ ○

ایک ہی مقدمہ میں داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے مختلف فیصلے: ☆ ☆ (آیت: ۷۸-۸۰) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: یہ بھیقتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے نفشت کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں حمل کہتے ہیں - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا - حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں - حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے نبی اللہ علیہ السلام اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں - وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے - یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں - انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھے تو باغ والے کو اس کا باغ سوئپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سوئپ دے - یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا -

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا سامنہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے - حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر ردیافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟ انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا - حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا - حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھائے تھے - تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سوئپا جائے جب تک باغ اپنی اسی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا - پھر ہر ایک کو ان کی چیز سوئپ دی جائے - قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تھا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تو کوئی معاوضہ نہیں - اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں - پھر آپ نے اسی آیت کی تلامذت فرمائی -

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براہین عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو

رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہوا اس کا جرمانہ جانور والوں پر ہے۔ اس حدیث میں علتیں نکالی گئی ہیں اور ہم نے کتاب الاحکام میں اللہ کے فضل سے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ایاس بن معاذ یہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہ قاضی بننے کی درخواست کی گئی تو وہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور رو دیئے۔ پوچھا گیا کہ اے ابوسعید آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا، مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اگر قاضی نے اجتہاد کیا، پھر بھی غلطی کی، وہ جہنمی ہے اور جو خواہش نفس کی طرف جھک گیا، وہ بھی جہنمی ہے ہاں جس نے اجتہاد کیا اور صحت پر پہنچ گیا، وہ جنت میں پہنچا، حضرت حسن یہ سن کر فرمانے لگے، سنو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قضا کا ذکر فرمایا ہے، ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلیٰ منصب ہوتے ہیں۔ ان کے قول سے ان لوگوں کی باتیں رد ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعریف تو بیان فرمائی ہے لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کی مذمت بیان نہیں فرمائی۔ پھر فرمانے لگے، سنو تین باتوں کا عہد اللہ تعالیٰ نے قاضیوں سے لیا ہے، ایک تو یہ کہ وہ منصفین شرع دنیوی نفع کی وجہ سے بدل نہ دیں، دوسرے یہ کہ اپنے دلی ارادوں اور خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ جائیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ۱۰ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فِیْضِلْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی اے داؤد ہم نے تجھے زمین کا خلیفہ بنایا ہے تو لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کرتا رہ خواہش کے پیچھے نہ پڑ کہ راہ اللہ سے بہک جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ وَاخْشَوْا اللّٰهَ لَوْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ لَآتٰیكُم مِّنْهُ فَتُخْلَسُوْا اور ان کی منجانب اللہ ہر وقت تائید ہوتے رہنے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ رہے اور لوگ تو صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جب حاکم اجتہاد اور کوشش کرنے، پھر صحت تک بھی پہنچ جائے تو اسے دو ہرا جرماتا ہے اور جب پوری کوشش کے بعد بھی غلطی کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ یہ حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت ایاس رحمۃ اللہ علیہ کو جو وہم تھا کہ باوجود پوری جدوجہد کے بھی خطا کر جائے تو دوزخی ہے، یہ غلط ہے واللہ اعلم۔

سنن کی اور حدیث میں ہے، قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک جنتی دو دوزخی جس نے حق کو معلوم کر لیا اور اسی سے فیصلہ کیا، وہ جنتی۔ اور جس نے جہالت کے ساتھ فیصلہ کیا، وہ جہنمی اور جس نے حق کو جانتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا، وہ بھی جہنمی۔ قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعے کے قریب ہی وہ قصہ ہے جو مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا لے گیا اب ہر ایک دوسری سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا اور جو ہے، وہ میرا بچہ ہے آخر یہ قصہ داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دے دی کہ یہ بچہ تیرا ہے یہ یہاں سے نکلیں راستے میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا، چھری لاؤ۔ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں اس پر بڑی تو خاموش ہو گئی لیکن چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اسی بڑی کا ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام معاملے کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر باب باندھا ہے کہ حاکم کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ اپنے دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کے لئے اس کے خلاف کچھ کہے۔ ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اسی

طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی۔ اس پر وہ رؤسا خار کھا گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے چاروں کے متفقہ بیان پر غم ہو گیا کہ اسے رجم کر دیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ۔ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ۔ تیسرے نے کہا خاکی۔ چوتھے نے کہا سفید۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑ بڑا گئے۔ کسی نے کچھ کہا۔ کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

پھر بیان ہو رہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے۔ اسی طرح پہاڑ بھی۔ ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ ان کی میٹھی ریلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے کہ یہ تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور ﷺ میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اور اچھی طرح پڑھتا۔

وَلَسْلَيْمَنَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي
بَرَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ ﴿٥٨﴾ وَمِنَ الشَّيْطَانِ
مَنْ يَخُوضُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَلِكَ وَكُنَّا
لَهُمْ حَفِظِينَ ﴿٥٩﴾

ہم نے تیز و تند ہواؤں کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھیں جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانائیں ○ اسی طرح بہت سے شیاطین ہم نے اس کے تابع کئے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت کام کرتے تھے ان کے نگہبان ہم ہی تھے ○

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں تھا۔ پس اتنی خوش آواز کو حضور ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا۔ اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی۔ پھر اپنا ایک اور احسان بتاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زہر بنانی ہم نے سکھا دی تھیں۔ آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈلوں اور بغیر حلقوں کی زہر بنتی تھیں کنڈلوں دار اور حلقوں والی زہر ہیں آپ نے ہی بنائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ وہ بہترین زہر تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے

بنائیں۔ یہ زر ہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں۔ پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکرگزاری کرنی چاہئے۔ ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی۔ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ، لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر جہاں جانا چاہتے، ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی۔ تخت کے اوپر سے پرند پر کھول کر آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ الَّخْ۔ یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے، ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی۔ صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی (علیہ السلام)۔ عبد اللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے، وہ مثل بڑے تو دے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش افروز ہونے کا حکم دیتے پھر پردار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکرگزاری مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی فردوسی کا علم تھا۔ پھر جہاں آپ حکم دیتے، وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی۔ اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے۔ اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے وَالشَّيَاطِينُ كُلُّ بَنَاءٍ وَعَوَاصِ الْخْ ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے حافظ و نگہبان تھے۔ کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے۔ کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا۔ آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی۔ جسے چاہتے قید کر لیتے۔ جسے چاہتے آزاد کر دیتے۔ اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

وَإِيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَبِيدِينَ ﴿٨٤﴾

ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○ تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا، اسے دور کر دیا اور اس کو اہل و عیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تاکہ سچے بندوں کے لئے سب نصیحت ہو ○

آزمائش اور مصائب ایوب علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیفوں کا بیان ہو رہا ہے جو مالی جسمانی اور اولاد پر مشتمل تھیں ان کے بہت سے قسم قسم کے جانور تھے، کھیتیاں باغات وغیرہ تھے، اولاد بیویاں، لونڈیاں، غلام، جائیداد اور مال و متاع سبھی کچھ اللہ کا دیا موجود تھا۔ اب جو رب کی طرف ان پر آزمائش آئی تو ایک سرے سے سب کچھ فنا ہوتا گیا یہاں تک کہ جسم میں بھی جذام پھوٹ پڑا۔ دل اور زبان کے سوا سارے جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا۔ یہاں تک کہ آس پاس والے کراہت کرنے لگے شہر کے ایک ویران کو نے میں آپ کو سکونت اختیار کرنی پڑی۔ سوائے آپ کی ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور کوئی آپ کے

پاس نہ رہا اس مصیبت کے وقت سب نے کنارہ کر لیا۔ یہی ایک تھیں جو ان کی خدمت کرتی تھیں ساتھ ہی محنت مزدوری کر کے پیٹ پالنے کو بھی لایا کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح لوگوں کا پھر ان سے نیچے کے درجے والوں کا پھر ان سے کم درجے والوں کا۔ اور روایت میں ہے کہ ہر شخص کا امتحان اس کے دین کے انداز سے ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے امتحان بھی سخت تر ہوتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے ہی صابر تھے یہاں تک کہ صبر ایوب زبان زد عام ہے۔

یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل و عیال مر گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ تلے باقی نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا۔ اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا۔ ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے حل بھن کر رہ گیا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ دعویٰ تھا کہ اللہ تو نے جب مجھے تو نگر اور اولاد اور اہل و عیال والا بنا رکھا تھا تو تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور و تکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم و ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم و گرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ذانت دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضا مندی کی طلب میں میں اپنی راحت و آرام کو ترک کر دیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم) اس آیت کی تفسیر میں ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک بہت لمبا قصہ ہے جسے بہت سے پچھلے مفسرین نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے اور اس کے طول کی وجہ سے ہم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ مدتوں تک آپ ان بلاؤں میں مبتلا رہے۔

حضرت حسن اور قنادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے بھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم و کرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہ بے بن منہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا تھا آپ راگھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک آپ کی بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ خدا سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔ آپ فرمانے لگے سنو ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت و عافیت میں رکھا تو اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں تیرا میرا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔

آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا۔ میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بے صبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دو الائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔ ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی نکلیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی نکلیا کی ضد کرتا ہو اور ردو کر سارے گھر کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں ایک بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگ ہوا ہے اور نکلیا کے لئے چل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے اچھے موقع پر پہنچی نکلیا دے دی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفا ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔ جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں اگر تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں لیکن کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارا اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپ نے کھالیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتا دے کہ یہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹا سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرور پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔

حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ حضرت عبداللہ بن عبید بن حمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے۔ ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آ سکے۔ دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا۔ اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا۔ اس وقت کہنے لگے الہی کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیئے ہوں۔ اگر میں اس میں سچا ہوں تو تو میری تصدیق آسمان سے کر اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے جدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب جدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں آپ سے دور ہو گئیں جو آپ پر اتاری تھیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو

دوستوں کے آنے کا اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھرا کر اس کی طرف سے آپ کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اللہ کا نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اس بیماری میں اس قدر غلغلہ ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ آپ کے ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی۔ آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو۔ اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلقہ نازل فرما دیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار یکس و بے بس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں۔ تب آپ نے فرمایا نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگیں اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بتا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی۔ وحی میں یہ خوشخبری بھی آپ کو سنائی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو۔ تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیا تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق و تکذیب کے قابل چیز نہیں۔ ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں ”لیا“ بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت لیا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعیہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ مروی ہے کہ آپ سے فرمایا گیا کہ تیری اہل سب جنت میں ہے تو کہہ تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہو تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں۔ آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی۔ آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں بھٹنے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں۔ بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے برے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے۔ اللہ کے لکھے پڑاس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہئے۔ نہ جانے قدرت در پردہ اپنی کیا حکمتیں دکھا رہی ہے۔

وَاسْمِعِیْلَ وَادْرِیْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِیْنَ ۖ وَادْخُلْنَهُمْ
فِی رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُمْ مِّنَ الصَّالِحِیْنَ ۝

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صابر لوگ تھے ○ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا یہ لوگ سب نیک تھے ○

ذوالکفل نبی نہیں بزرگ تھے: ☆ ☆ (آیت: ۸۵-۸۶) حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے فرزند تھے۔ سورہ مریم میں ان کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانے کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور بامروت۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس میں توقف کرتے ہیں واللہ اعلم۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل و انصاف کیا کرتے تھے۔ مروی ہے کہ جب حضرت یسوع علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی ان کو خلیفہ مقرر کر دوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے؟ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرنے میں اسے خلافت سونپتا ہوں۔ دن بھر روزے سے رہے رات رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو۔ کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کر دوں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں میں روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ یسوع علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ چنانچہ انہی کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجا شروع کیا۔ مگر کسی کی کچھ نہ چلی۔

ابلیس خود چلا دو پہر کو قیولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو ضیث نے کنڈیاں بیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے۔ میرے ساتھ انہوں نے یہ کیا یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا۔ میں تمہارا انصاف کر دوں گا۔ اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔ دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دو پہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے جو یہ ضیث آ گیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھول دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت کیا بتاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج کی نیند بھی کھوئی۔ اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔

تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آ گیا۔ چونکہ دار نے اسے روکا۔ یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی اپنے دروازے کے اندر کسی کو آنے دیا اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا۔ اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارانتو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصے ہوا پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا۔ اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا۔ (ابن ابی حاتم) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ مروی ہے اس میں ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا

ہے؟ اس نے کہا، میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا۔ اس میں ہے کہ شیطان جب ان کے آرام کے وقت آیا، پہرے والوں نے روکا، اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا، تیسرے دن بھی یہی کیا۔ اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

حضرت اشعری نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنو اسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سونمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس قسم کی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا۔ اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک منقطع روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے بھی یہ منقول ہے۔ ایک غریب حدیث مسند امام احمد بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا۔ بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساتھ دینا دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا، میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا، میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ بردن دکھایا ہے۔ کفل نے کہا، تو ایک گناہ پر اس قدر پریشان ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا؟ اسی وقت اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہو گیا اور کہنے لگا، جاہ دینا میں نے تجھے بخشے۔ قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ شان الہی اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے۔ صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔

وَذَا الثَّوْنِ اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ
فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ
مِنَ الظَّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ
نُنَجِّي الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ذوالثون کو یاد کر جب کہ وہ غصے سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے شک نہ پہنچیں گے۔ پھر تو اندھیریوں کے اندر سے پکارا ٹھے کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا ○ تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی۔ ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچالیا کرتے ہیں ○

یونس علیہ السلام اور ان کی امت: ☆☆ (آیت: ۸۷-۸۸) یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورۃ صافات میں بھی ہے اور سورۃ نون میں بھی ہے عنینہ پیر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے انہیں موصل کے علاقے کی ہستی نینوا کی طرف نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی۔ آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب الہی آ جائے گا۔ جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب جھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے۔ بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت گریہ و زاری سے جناب باری تعالیٰ میں فریاد شروع کر دی ادھر ان کی آہ و بکا، ادھر جانوروں کی بھیا تک صدا غرض رحمت الہی متوجہ ہو گئی۔ عذاب اٹھا لیا گیا جیسے فرمان ہے فَلَوْ لَا كَانَتْ الْخٰلِیٰ یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچالیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔

حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جا کر طوفان کے آثار نمودار ہوئے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے، مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہئے کہ وزن کم ہو جائے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا، دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا چنانچہ خود قرآن میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ اب کے حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہو گئے، کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر اخضر سے بحکم الہی ایک مچھلی پانی کا تھی ہوئی آئی اور آپ کو قلعہ کر گئی۔ لیکن بحکم الہی نہ آپ کی ہڈی ٹوٹی نہ جسم کو کچھ نقصان پہنچایا۔ آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی۔ عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں۔ آپ کا غضب و غصہ آپ کی قوم پر تھا۔ خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا۔ پس یہاں فَقَدِرَ کے یہی معنی حضرت ابن عباس، مجاہد، ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ نے کئے ہیں امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اور اس کی تائید آیت وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے قَدِرَ اور قَدَرٌ دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدَرٍ بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ ان اندھیروں میں پھنس کر اب یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ سمندر کے تلے کا اندھیرا، پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، پھر رات کا اندھیرا، یہ اندھیرے سب جمع تھے۔ آپ نے سمندر کی تہہ کی لنگریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بار الہی! میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے عبادت نہ بنایا ہوگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔

ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر خراش آئے جب آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے چنانچہ آپ نے بھی تسبیح اللہ شروع کر دی۔ اسے سن کر فرشتوں نے کہا کہ بار الہی! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت دور ہے۔ کس کی ہے؟ ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ تفسیر ابن کثیر کے ایک نسخے میں یہ روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کسی کو لائق نہیں کہ وہ اپنے تئیں یونس بن متی سے افضل کہے۔ اللہ کے اس بندے نے اندھیروں میں اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔ اوپر جو روایت گزری اس کی وہی ایک سند ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا کی تو یہ کلمات عرش کے ارد گرد گھومنے لگے فرشتے کہنے لگے بہت دور دراز کی یہ آواز ہے لیکن کان اس سے پہلے اس سے آشا ضرور ہیں آواز بہت ضعیف ہے۔ جناب باری نے فرمایا کیا تم نے پہچانا نہیں؟ انہوں نے کہا نہیں فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا، وہی یونس جس کے پاک عمل قبول شدہ ہر روز تیری طرف چڑھتے تھے اور جن کی دعائیں تیرے پاس مقبول تھیں۔ الہی جیسے وہ آرام کے وقت نیکیاں کرتا تھا تو اس مصیبت کے وقت اس پر رحم کرا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو بغیر کسی تکلیف کے کنارے پر اگل دے۔

استغفار موجب نجات ہے: ☆☆ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور غم سے نجات دے دی۔ ان اندھیروں سے نکال دیا۔

اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ وہ مصیبتوں میں گھر کر ہمیں پکارتے ہیں اور ہم ان کی دہگیری فرما کر تمام مشکلیں آسان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً جو لوگ اس دعائے یونس کو پڑھیں۔ سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، مسند احمد، ترمذی وغیرہ میں ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں مسجد میں گیا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے مجھے بغور دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آکر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا۔ ان سے واقعہ کہا کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا، نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ و استغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ واللہ مجھے جب وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک اعرابی آگیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا۔ وقت گزر گیا اب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ نہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابواسحاق؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا، کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آگیا اور آپ کو مشغول کر لیا آپ نے فرمایا ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ ابوسعید فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے وہ حضرت یونس بن مתי کی دعائیں ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ وہ حضرت یونس کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے فرمایا ان کے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام۔ جو بھی یہ دعا کرے۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابوسعید اللہ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ برادر زادے کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا جتنی بھی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ
الْوَارِثِينَ ۖ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ
رُوحَهُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا
رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ ۝

ذکر کیا کو یاد کر جب کہ اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ ۝ تو سب سے بہتر وارث ہے۔ ہم نے اس کی دعا کو قبول فرما کر اسے
نیکی عطا فرمایا اور ان کی بیوی کو ان کے لئے بھلا چنگا کر دیا یہ بزرگ لوگ نیکیوں کی طرف دوڑا کرتے تھے اور ہمیں لالچ، طمع اور ڈر و خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے
سامنے پوری عاجزی کرنے والے تھے ۝

دعا اور بڑھاپے میں اولاد: ☆ ☆ (آیت: ۸۹-۹۰) اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ
مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورہ مریم میں اور سورہ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا لوگوں سے چھپا کر تھی۔ مجھے
تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی شاک جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی بیوی
صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنادیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانی بند کر دی۔ بعض کہتے ہیں ان
کے اخلاق کی کمی پوری کر دی۔ لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اور اللہ کی فرمانبرداری کی طرف
بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ اور لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن رب کی باتیں ماننے والے اللہ کا خوف
رکھنے والے تواضع انکساری اور عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔

مردی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا 'لوگوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی
اور اس کی پوری ثناء و صفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع و خضوع کرنے کی
وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو اللہ عز و جل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت
خلاوت فرمائی۔

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا
وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ
وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝ وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ
إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا
كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ ۖ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ۝

اور وہ پاک دامن بیوی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے آپ ان میں اپنے پاس کی روح پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے
لئے نشان قدرت کر دیا ۝ یہ ہے تم سب کا دین۔ ایک ہی دین اور میں تم سب کا پروردگار۔ پس تم میری ہی عبادت کرو ۝ لوگوں نے آپ اپنے دین میں فرقہ

○ لینے والے ہیں

تمام شریعتوں کی روح توحید: ☆ ☆ (آیت ۹۲-۹۳) فرمان ہے کہ تم سب کا دین ایک ہی ہے۔ اوامر و نواہی کے احکام تم سب میں یکساں ہیں۔ اِسْمِ ہِذِهِ اسم ہے اِن کا اور اُمّتُکُمْ خبر ہے اور اُمَّةٌ وَّاحِدَةٌ حال ہے۔ یعنی یہ شریعت جو بیان ہوئی، تم سب کی متفق علیہ شریعت ہے۔ جس کا اصلی مقصود توحید الہی ہے جیسے آیت یَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ سَ فَإِنَّمَا يَفْقَهُنَّ تِلْكَ الْكَلِمَاتُ الَّتِي يُقَالُ لَكُمْ فَاصْبِرْ لَهَا إِنَّهَا خَمْسٌ مِنْ عَشْرَةٍ مَلِكٍ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَرْشٌ مُّجِيدٌ فرماتے ہیں ہم انبیاء کی جماعت ایسے ہے جیسے ایک باپ کے فرزند کہ دین سب کا ایک ہے یعنی اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اگرچہ احکامات شرع مختلف ہیں۔ جیسے فرمان قرآن ہے وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ہر ایک کی راہ اور طریقہ ہے۔ پھر لوگوں نے اختلاف کیا بعض اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور بعض نہ لائے۔ قیامت کے دن سب کا لوٹنا ہماری طرف ہے ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، نیکوں کو نیک بدلہ اور بدوں کو بری سزا۔ جس کے دل میں ایمان ہو اور جس کے اعمال نیک ہوں اس کے اعمال اکارت نہ ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا نِیک کام کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے۔ ایسے اعمال کی قدر دانی کرتے ہیں ایک ذرے کے برابر ہم ظلم روا نہیں رکھتے، تمام اعمال لکھ لیتے ہیں کوئی چیز چھوڑتے نہیں۔

وَحَرَّمَ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا
فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿١٦﴾
وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ
كَفَرُوا يَوِيلُكُنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا
ظَالِمِينَ ﴿١٧﴾

جس ہستی کو ہم نے ہلاک کر دیا، اس پر لازم ہے کہ وہاں کے لوگ پھر کر نہیں آنے والے ○ یہاں تک کہ یا جوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑے آئیں ○ اور سچا وعدہ قریب آکے۔ اس وقت کافروں کی نکاحیں اچانک اوپر کی طرف ہی پھٹی رہ جائیں ہائے افسوس ہم تو اس حال سے غافل تھے بلکہ فی

یافث کی اولاد: ☆ ☆ (آیت: ۹۵-۹۷) ہلاک شدہ لوگوں کا دنیا کی طرف پھر پلٹنا محال ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کی توبہ مقبول نہیں۔ لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ یاجوج ماجوج نسل آدم سے ہیں۔ بلکہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے یافث کی اولاد میں سے ہیں جن کی نسل ترک ہے۔ یہ بھی انہی کا ایک گروہ ہے۔ یہ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کے باہر ہی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ آپ نے دیوار بنا کر فرمایا تھا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ اللہ کے وعدے کے وقت اس کا چورا چورا ہو جائے گا۔ میرے رب کا وعدہ حق ہے الخ، یاجوج ماجوج قرب قیامت کے وقت وہاں سے نکل آئیں گے اور زمین میں فساد مچا دیں گے۔ ہر اونچی جگہ کو عربی میں حذب کہتے ہیں۔ ان کے نکلنے کے وقت ان کی یہی حالت ہوگی تو اس خبر کو اس طرح بیان کیا جیسے سننے والا اپنی آنکھوں دیکھ رہا ہے اور واقع میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی خبر کس کی ہوگی؟ جو غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ ہو چکی ہوئی اور ہونے والی باتوں سے آگاہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لڑکوں کو اچھلتے کودتے، کھیلتے دوڑتے، ایک دوسروں کی چٹکیاں بھرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، اسی طرح یاجوج ماجوج آئیں گے۔ بہت سی خدیشوں میں ان کے نکلنے کا ذکر ہے۔

(۱) مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ لوگوں کے پاس پہنچیں گے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ وہ چھا جائیں گے اور مسلمان اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ آئیں گے اپنے جانوروں کو بھی وہیں لے لیں گے اور اپنا پانی انہیں پلاتے رہیں گے یاجوج ماجوج جس نہر سے گزریں گے اس کا پانی صفا چٹ کر جائیں گے یہاں تک کہ اس میں خاک اڑنے لگے گی ان کی دوسری جماعت جب وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی شاید اس میں کسی زمانے میں پانی ہوگا۔ جب یہ دیکھیں گے کہ اب زمین پر کوئی نہ رہا اور واقع میں سوائے ان مسلمانوں کے جو اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ گزین ہوں گے، کوئی اور وہاں ہوگا بھی نہیں تو یہ کہیں گے کہ اب زمین والوں سے تم ہم فارغ ہو گئے آؤ آسمان والوں کی خبر لیں۔ چنانچہ ان میں کا ایک شریر اپنا نیزہ گھما کر آسمان کی طرف پھینکے گا قدرت الہی سے وہ خون آلود ہو کر ان کے پاس گرے گا یہ بھی ایک قدرتی آزمائش ہوگی اب ان کی گردنوں میں گھٹلی ہو جائے گی اور اسی وبا میں یہ سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم مر جائیں گے ایک بھی باقی نہ رہے گا سارا شور وغل ختم ہو جائے گا۔ مسلمان کہیں گے، کوئی ہے جو اپنی جان ہم مسلمانوں کے لئے ہتھیلی پر رکھ کر شہر کے باہر جائے اور ان دشمنوں کو دیکھے کہ کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ایک صاحب اس کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اپنے تئیں قتل شدہ سمجھ کر راہ اللہ میں مسلمانوں کی خدمت کے لئے نکل کھڑے ہوں گے دیکھیں گے کہ سب کا ڈھیر لگ رہا ہے سارے ہلاک شدہ پڑے ہوئے ہیں یہ اسی وقت ندا کرے گا کہ مسلمان خوش ہو جاؤ اللہ نے خود تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا یہ ڈھیر پڑا ہوا ہے۔ اب مسلمان باہر آئیں گے اور اپنے مویشیوں کو بھی لائیں گے ان کے لئے چارہ بجز ان کے گوشت کے اور کچھ نہ ہوگا یہ ان کا گوشت کھا کر خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔

(۲) مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے ایک دن صبح ہی صبح دجال کا ذکر کیا اس طرح پر کہ ہم سمجھے شاید وہ ان دختوں کی آڑ میں ہے اور اب نکلا ہی چاہتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے دجال سے زیادہ خوف تم پر اور چیز کا ہے۔ اگر دجال میری موجودگی میں نکلا تو میں آپ اس سے نمٹ لوں گا ورنہ تم میں سے ہر شخص اس سے بچے۔ میں تمہیں اللہ کی امان میں دے رہا ہوں۔ وہ جوان عمر لکھے ہوئے بالوں والا کا نا اور ابھری ہوئی آنکھ والا ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں گھومے گا۔ اے بندگان رب تم ثابت قدم رہنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ کتنا ٹھہرے گا؟۔

آپ نے فرمایا چالیس دن ایک دن مثل ایک برس کے ایک دن مثل ایک مہینے کے ایک دن مثل ایک جمعہ کے اور باقی دن معمولی دنوں جیسے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ جو دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ہمیں یہی پانچ نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے اندازے سے وقت پر نماز پڑھتے رہا کرنا۔ ہم نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ اس کی رفتار کیسی ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل کہ ہوا انہیں ادھر سے ادھر بھگائے لئے جاتی ہو۔ ایک قبیلے کے پاس جائے گا انہیں اپنی طرف بلائے گا وہ اس کی مان لیں گے آسمان کو حکم دے گا کہ ان پر بارش برسا ئے زمین سے کہے گا کہ ان کے لئے پیداوار اگائے ان کے جانور ان کے پاس موئے تازے بھرے پیٹ لوٹیں گے۔ ایک قبیلے کے پاس جا کر اپنے تئیں منوانا چاہے گا وہ انکار کر دیں گے یہ وہاں سے نکلے گا تو ان کے تمام مال اس کے پیچھے لگ جائیں گے وہ بالکل خالی ہاتھ رہ جائیں گے وہ غیر آباد جنگلوں میں جائے گا اور زمین سے کہے گا اپنے خزانے اگل دے۔ وہ اگل دے گی اور سارے خزانے اس کے پیچھے ایسے چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ یہ بھی دکھائے گا کہ ایک شخص کو تلوار سے ٹھیک دو ٹکڑے کر دے گا اور ادھر ادھر دور دراز پھینک دے گا پھر اس کا نام لے کر آواز دے گا تو وہ زندہ چلتا پھرتا اس کے پاس آ جائے گا یہ اسی حال میں ہوگا جو اللہ عزوجل حضرت مسیح ابن مریم کو اتارے گا آپ دمشق کی مشرقی طرف سفید منارے کے پاس اتریں گے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے آپ اس کا پیچھا کریں گے اور مشرقی باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کر دیں گے پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف اللہ کی وحی آئے گی کہ میں اپنے ایسے بندوں کو بھیجتا ہوں جن سے لڑنے کی تم میں تاب و طاقت نہیں میرے بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لے جا۔ پھر جناب باری یا جوج ماجوج کو بھیجے گا جیسے فرمایا وہُمْ مِنْ كُلِّ حَذَبٍ يَنْسِلُونَ ان سے تنگ آ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی جناب باری میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر گھٹلی کی بیماری بھیجے گا جو ان کی گردن میں نکلے گی سارے کے سارے اوپر تلے ایک ساتھ ہی مرجائیں گے تب عیسیٰ علیہ السلام مع مومنوں کے آئیں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے پٹی پڑی ہے اور ان کی بدبو سے کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ آپ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ سختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند بھیجے گا جو انہیں اٹھا کر اللہ جانے کہاں پھینک آئیں گے؟ کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مہیل میں یعنی سورج کے طلوع ہونے کی جگہ میں انہیں پھینک آئیں گے۔ پھر چالیس دن تک تمام زمین پر متواتر پیہم مسلسل بارش برے گی۔ زمین دھل دھلا کر تھیلی کی طرح صاف ہو جائے گی۔ پھر بحکم الہی اپنی برکتیں اگادے گی اس دن ایک جماعت کی جماعت ایک انار سے سیر ہو جائے گی اور اس کے چھلکے تلے سایہ حاصل کر لے گی۔ ایک اونٹنی کا دودھ لوگوں کی ایک جماعت کو اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلہ کو اور ایک بکری کا دودھ ایک گھرانے کو کافی ہوگا۔ پھر ایک پاکیزہ ہوا چلے گی جو مسلمانوں کی بغلوں تلے سے نکل جائے گی اور ان کی روح قبض ہو جائے گی پھر روئے زمین پر بدترین شریر لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کودتے ہوں گے انہی پر قیامت قائم ہوگی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن کہتے ہیں۔

(۳) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو ایک بچھونے کاٹ کھایا تھا تو آپ اپنی انگلی پر پٹی باندھے ہوئے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم کہتے ہو اب دشمن نہیں ہیں لیکن تم تو دشمنوں سے جہاد کرتے ہی رہو گے یہاں تک کہ یا جوج ماجوج آئیں۔ وہ چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ان کے چہرے تہہ بہ تہہ ڈھالوں جیسے ہوں گے۔

(۴) یہ روایت سورہ اعراف کی تفسیر کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج والی رات ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے روز قیامت کا مذاکرہ شروع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے علم سے انکار کر دیا اسی طرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کے واقع ہونے کے وقت کو تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں مجھ سے میرے اللہ نے یہ تو فرمایا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے۔ اس کے ساتھ دو ٹہنیاں ہوں گی۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پھٹنے لگے گا یہاں تک کہ اللہ اسے ہلاک کر دے جب کہ وہ مجھے دیکھے یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی پکاراٹھیں گے کہ اے مسلم یہ ہے میرے سایہ تلے کافر۔ آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ انہیں ہلاک کرے گا اور لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اس وقت یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے پھدکتے آئیں گے جو پائیں گے تباہ کر دیں گے پانی جتنا پائیں گے پی جائیں گے۔ لوگ پھر تنگ آ کر اپنے وطنوں میں محصور ہو کر بیٹھ جائیں گے۔ شکایت کریں گے تو میں پھر اللہ سے دعا کروں گا اللہ انہیں غارت کر دے ساری زمین پر ان کی بدبو پھیل جائے گی پھر بارش برسے گی اور پانی کا بہاؤ ان کے سڑے ہوئے جسموں کو گھسیٹ کر دریاب کر دے گا۔ میرے رب نے مجھ سے فرمادیا ہے کہ جب یہ سب کچھ ظہور میں آجائے گا پھر تو قیامت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسے پورے دنوں حمل والی عورت کا وضع حمل ہونا کہ گھر والوں کو فکر ہوتی ہے کہ صبح بچہ ہو یا شام ہوا دن کو ہو یا رات کو ہوا۔ (ابن ماجہ)۔

اس کی تصدیق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں موجود ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بکثرت ہیں اور آثار سلف بھی بہت ہیں۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت وہ دیوار کو کھودیں گے یہاں تک کہ ان کی کدالوں کی آواز پاس والے بھی سنیں گے۔ رات ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ اب صبح آتے ہی اسے توڑ ڈالیں گے اور نکل کھڑے ہوں گے۔ صبح یہ آئیں گے تو جیسی کل تھی ویسی ہی آج بھی پائیں گے العز یونی ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ کو ان کا نکالنا جب منظور ہوگا تو ایک شخص کی زبان سے نکلے گا کہ ہم کل ان شاء اللہ اسے توڑ دیں گے۔ اب جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی پائیں گے تو کھود کر توڑیں گے اور باہر نکل آئیں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ کے پاس سے نکلے گا۔ سارا پانی پی جائے گا۔ دوسرا آئے گا تو کچھ بھی چاٹ جائے گا۔ تیسرا آئے گا تو کہے گا شاید یہاں کسی وقت پانی ہوگا؟ لوگ ان سے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر چھپ جائیں گے۔ جب انہیں کوئی بھی نظر نہ پڑے گا تو یہ اپنے تیرا آسمان کی طرف پھینکیں گے وہاں سے وہ خون آلود ان کی طرف واپس آئیں گے تو یہ فخر کریں گے کہ ہم زمین والوں پر اور آسمان والوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان کے لیے بدعا کریں گے کہ اللہ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور زمین پر ہمارا چلنا پھرنا بھی ضروری ہے تو ہمیں جس طریقے سے چاہے ان سے نجات دے تو اللہ ان کو طاعون میں مبتلا کرے گا، گلیاں نکل آئیں گی اور سارے کے سارے مرجائیں گے پھر ایک قسم کے پرند آئیں گے جو اپنی چونچ میں انہیں لے کر سمندر میں پھینک آئیں گے پھر اللہ تعالیٰ منہر حیات جاری کر دے گا جو زمین کو دھو کر پاک صاف کر دے اور زمین اپنی برکتیں نکال دے گی ایک انار ایک گھرانے کو کافی ہوگا اچانک ایک شخص آئے گا اور ندا کرے گا کہ ذوالسوءیتین نکل آیا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سات آٹھ لشکریوں کا طلائع بھیجیں گے۔ یہ ابھی راستے میں ہی ہوں گے کہ یمنی پاک ہوا نہایت لطافت سے چلے گی۔ جو تمام مومنوں کی روح قبض کرے گی پھر تو روئے زمین پر ردی کھدی لوگ رہ جائیں گے جو جو پاپوں جیسے ہوں گے ان پر قیامت قائم ہوگی اس وقت قیامت اس قدر قریب ہوگی جیسے پورے دنوں کی گھوڑی جو جھنے کے قریب ہو اور گھوڑی والا اس کے آس پاس گھوم رہا ہو کہ کب بچہ ہو۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرما کر فرمانے لگے اب جو شخص میرے اس قول اور اس علم کے بعد بھی کچھ کہے اس نے تکلف کیا۔ کعب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بیان کرنا بہترین واقعہ ہے کیونکہ اس کی شہادت صحیح حدیثوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمانے میں بیت اللہ شریف کا حج بھی کریں گے۔

چنانچہ مسند امام احمد میں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے کہ آپ یا جوج ماجوج کے خروج کے بعد یقیناً بیت اللہ کا حج کریں گے۔ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے۔ جب یہ ہولناکیاں جب یہ زلزلے جب یہ بلائیں اور آفتیں آجائیں گی تو اس وقت قیامت بالکل قریب آجائے گی اسے دیکھ کر کافر کہنے لگیں گے یہ نہایت سخت دن ہے۔ ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی اور کہنے لگیں گے ہائے ہم تو غفلت میں ہی رہے۔ مانے ہم نے اپنا آپ بگاڑا۔ گناہوں کا اقرار اور اس پر شرمسار ہوں گے لیکن اب بے سود ہے۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَرِدُونَ ﴿١﴾ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَا وَرَدُوهَا وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿٥﴾ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦﴾

تم اور اللہ کے سوا جن جن کی تم عبادت کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن بنو گے تم سب دوزخ میں جانے والے ہو ○ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وہ وہاں چلا رہے ہوں گے اور وہاں کچھ بھی نہ سنیں گے ○ جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ظہور چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے ○ وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ○ وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے ○

جہنم کی ہولناکیاں ☆ ☆ (آیت: ۹۸-۱۰۳) بت پرستوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اور تمہارے بت جہنم کی آگ کی لکڑیاں بنو گے جیسے فرمان ہے وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر۔ حبشی زبان میں حطب کو حصب کہتے ہیں یعنی لکڑیاں۔ بلکہ ایک قرأت میں بجائے حصب کے حطب ہے۔ تم سب عابد و معبود جہنمی ہو اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو کیوں آگ میں جلتے؟ یہاں تو پرستار اور پرستش کئے جانے والے سب ابدی طور پر دوزخی ہو گئے۔ وہ الٹی سانس میں چیخیں گے۔ جیسے فرمان ہے لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيْقٌ وہ سیدی الٹی سانسوں سے چیخیں گے اور چیخوں کے سوا ان کے کان میں اور کوئی آواز نہ پڑے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب صرف مشرک جہنم میں رہ جائیں گے انہیں آگ کے صندوقوں میں قید کر دیا جائے گا جن میں آگ کے سریے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوگا کہ جہنم میں اس کے سوا اور کوئی نہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (ابن جریر)۔ حسنی سے مراد رحمت و سعادت ہے۔ جہنمیوں کا اور ان کے عذابوں کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کا اور ان کی جزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ لوگ بالایمان تھے ان کے نیک اعمال کی وجہ سے سعادت ان کے استقبال کو تیار تھی جیسے فرمان ہے لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ نیکوں کے لئے نیک اجر ہے اور زیادتی اجر بھی۔ فرمان ہے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ نیک کا بدلہ نیک ہی ہے۔ ان کے دنیا کے اعمال نیک تھے تو آخرت میں ثواب اور نیک بدلہ ملا عذاب سے بچے اور رحمت رب سے سرفراز ہوئے۔ یہ جہنم سے دور کر دیئے گئے کہ اس کی آہٹ تک نہیں

موت کی گھبراہٹ، نوح کی گھبراہٹ، لوگوں کی جہنم کے داخلے کے وقت کی گھبراہٹ، اس گھڑی کی گھبراہٹ جبکہ جہنم پر ڈھکن ڈھک دیا جائے گا، جب کہ موت کو دوزخ جنت کے درمیان ذبح کیا جائے گا، غرض کسی اندیشے کا نزول ان پر نہ ہوگا، وہ ہر غم و ہراس سے دور ہوں گے، پورے سرور ہوں گے، خوش ہوں گے اور ناخوشی سے کوسوں الگ ہوں گے۔ فرشتوں کے پرے کے پرے ان سے ملاقاتیں کر رہے ہوں گے اور انہیں ڈھارس دیتے ہوئے کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا، اس وقت تم قبروں سے اٹھنے کے دن کے منتظر رہو۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا ۗ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے۔ مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے پر جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے ○

اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں تمام کائنات: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۴) یہ قیامت کے دن ہوگا جب ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے۔ جیسے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِنَّ اِنَ لَوِ لُغُوں لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی تھی جانی ہی نہیں۔ تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ساتوں آسمانوں کو اور وہاں کی کل مخلوق کو ساتوں زمینوں کو اور اس کی کل کائنات کو اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا۔ وہ اس کے ہاتھ میں ایسے ہوں گے جیسے رائی کا دانہ۔ سب سے مراد کتاب ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ مراد یہاں ایک فرشتہ ہے۔ جب کسی کا استغفار چڑھتا ہے تو وہ کہتا ہے: اے نور لکھ لو۔ یہ فرشتہ نامہ اعمال پر مقرر ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی کتاب کو اور کتابوں کے ساتھ لپیٹ کر اسے قیامت کے لئے رکھ دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ نام ہے اس صحابی کا جو حضور ﷺ کا کاتب وحی تھا۔ لیکن یہ روایت ثابت نہیں! اکثر حفاظ حدیث نے ان سب کو موضوع کہا ہے۔ خصوصاً ہمارے استاد حافظ کبیر ابوالحاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

میں نے اس حدیث کو ایک الگ کتاب میں لکھا ہے۔ امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث پر بہت ہی انکار کیا ہے اور اس کی خوب تردید کی اور فرمایا ہے کہ سبجل نام کا کوئی صحابی ہے ہی نہیں۔ حضور ﷺ کے تمام کاتبوں کے نام مشہور و معروف ہیں کسی کا نام سبجل نہیں۔ فی الواقع امام صاحب نے صحیح اور درست فرمایا یہ بڑی وجہ ہے اس حدیث کے منکر ہونے کی۔ بلکہ یہ بھی یاد رہے کہ جس نے اس صحابی کا ذکر کیا ہے اس نے اسی حدیث پر اعتماد کر کے ذکر کیا ہے جب یہ ثابت ہی نہیں تو پھر ان کا ذکر سر تا پا غلط ٹھہرا۔ صحیح یہی ہے کہ سبجل سے مراد صحیفہ ہے جیسے کہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور لغتاً بھی یہی بات ہے۔ پس فرمان ہے: جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے مثل لپیٹنے کتاب کے لکھے ہوئے کے۔ لام یہاں پر معنی میں علی کے ہے جیسے نَلَّهٖ لِلْحَبِیْنِ میں لام معنی میں علی ہے۔ لغت میں اس کی اور نظیریں بھی ہیں واللہ اعلم۔ یہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ اس دن اللہ تعالیٰ نئے سرے سے مخلوق کو پہلے کی طرح پیدا کرے گا۔ جو ابتداء پر قادر تھا وہ اعادہ پر بھی اس سے زیادہ قادر ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اس کے وعدے اٹل ہوتے ہیں۔ وہ نہ بھی بدلیں نہ ان میں تضاد ہو۔ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ وہ اسے پورا اور ثابت کر کے ہی رہے گا۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر اپنے ایک وعظ میں فرمایا: تم لوگ اللہ کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ ننگے پیر، ننگے بدن، بے غتے جیسے ہم نے پہلی بار پیدا کیا، اسی طرح دوبارہ لوٹائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔ الخ

(بخاری) سب چیزیں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ پھر بنائی جائیں گی۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا
عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝ وَمَا
أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

ہم زبور میں چند نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے ایک بندے ہو کر ہی رہیں گے ○ عبادت گزار بندوں کے لئے تو اس میں کفایت ہے ○
ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے ○

سچا فیصلہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۵-۱۰۷) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح آخرت میں دے گا اسی طرح دنیا میں بھی انہیں ملک و مال دیتا ہے یہ اللہ کا حتمی وعدہ اور سچا فیصلہ ہے جیسے فرمانِ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُورِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہِ الخ زمین اللہ کی ہے۔ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے انجام کار پر ہمیز کاروں کا حصہ ہے۔ اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔ اور فرمان ہے تم میں سے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شریعہ اور قدر یہ کتابوں میں مرقوم ہے یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ زبور سے مراد بقول سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ تورات انجیل اور قرآن ہے۔ مجاہد کہتے ہیں زبور سے مراد کتاب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی۔ ذکر سے مراد یہاں پر تورات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ذکر سے مراد قرآن ہے۔ سعید فرماتے ہیں وہ ہے جو آسمانوں میں ہے یعنی اللہ کے پاس کی ام الکتاب۔ جو سب سے پہلی کتاب ہے یعنی لوح محفوظ۔ یہ بھی مروی ہے کہ زبور اور وہ آسمانی کتابیں جو پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور ذکر سے مراد پہلی کتاب یعنی لوح محفوظ۔ فرماتے ہیں تو ماۃ زبور اور علم الہی میں پہلے ہی یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ امت محمدؐ زمین کی بادشاہ بنے گی اور نیک ہو کر جنت میں جائے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین سے مراد جنت کی زمین ہے۔ ابودرداء فرماتے ہیں صالح لوگ ہم ہی ہیں۔ مراد اس سے با ایمان لوگ ہیں۔ اس قرآن میں جو نبی آخر الزماں ﷺ پر اتارا گیا ہے پوری نصیحت و کفایت ہے ان کے لئے جو ہمارے عبادت گزار بندے ہیں۔ جو ہماری مانتے ہیں۔ اپنی خواہش کو ہمارے نام پر قربان کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے اس نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا و آخرت میں شادماں ہے اور ناقدری کرنے والا دونوں جہاں میں برباد و ناشاد ہے۔ جیسے ارشاد ہے کہ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہوں نے نعمت الہی کی ناشکری کی اور اپنی قوم کو غارت کر دیا۔ اس قرآن کی نسبت فرمایا کہ یہ ایمان والوں کے لئے ہدایت و شفا ہے بے ایمان بہرے اندھے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقع پر اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عرض کی کہ حضور ﷺ ان کافروں کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا! میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں۔ اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے حنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ ابو جہل نے کہا اے قریشیو! محمدؐ شرب میں چلا گیا ہے۔ اپنے طلبائے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے۔ وہ خار کھائے ہوئے ہے کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے۔ واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں۔ میں تو اسے یا اس

کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ اس اور خنزیر ہمارے دشمن ہیں۔ اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔ اس پر مطمئن بن عدی کہنے لگے! اہل حکم سنو! تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے، میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا، اب جب کہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ دو، تمہیں چاہئے اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، 'میں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو اگر اس کے طرفدار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہئے کہ یا تو وہ محمدؐ کو نکال دیں اور وہ بیک بنی دو گوش تن تہارہ جائے یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہئے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا اور انہیں ناکوں چنے چوہا دوں گا۔ جب حضور ﷺ کو یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں، میرا بیٹھے والا اللہ ہے۔ وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔ میرے پانچ نام ہیں۔ محمد، احمد، حامی یعنی میری وجہ سے اللہ کفر کو مٹا دے گا، حاشر اس لیے کہ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے اور عاقب۔

مسند احمد میں ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیث رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت حذیفہ حضرت سلمان کے پاس آئے تو حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے حذیفہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہی ہوں۔ تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمت للعالمین ہوں تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لئے موجب رحمت بنادے۔ رہی یہ بات کہ کفار کے لئے آپ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لئے تو آپ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لئے آپ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر کے برسائے جانے سے بچ گئے۔ جیسے کہ اگلی امتوں کے مکروں پر یہ عذاب آئے۔

قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَمَا لَكُمْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذْنُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ أَدْرِي أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدٌ ۚ مَا تُوعَدُونَ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ۚ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۚ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۚ وَرَبُّنَا الرَّحْمَنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۚ

کہہ دے کہ میری تو ساری وحی کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے تو کیا تم بھی اس کے تسلیم کرنے والے ہو؟ ○ پھر اگر یہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تو تمہیں یکساں طور پر خبردار کر دیا ہے مجھے مطلقاً علم نہیں کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے ○ وہ قریب ہے یا دور ہے؟ البتہ اللہ تعالیٰ تو کملی اور ظاہر

بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے۔ مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ ممکن ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور ایک مقررہ وقت تک کا فائدہ ہو ○ نبی نے کہا: اے رب انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں میں جو تم بیان کیا کرتے ہو ○

جلد یا بدیر حق غالب ہوگا: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۸-۱۱۲) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرما دیں کہ میری جانب یہی وحی کی جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے۔ تم سب بھی اسے تسلیم کر لو۔ اور اگر تم میری بات پہ یقین نہیں کرتے تو ہم تم جدا ہیں، تم ہمارے دشمن ہو ہم تمہارے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر یہ جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے کر تو توں سے بے زار ہوں۔ اور آیت میں ہے وَإِنَّمَا تَخَافَنَ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ یعنی اگر تجھے کسی قوم سے خیانت و بد عہدی کا اندیشہ ہو تو عہد توڑ دینے کی انہیں فوراً خبر دے دو۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ اگر تم علیحدگی اختیار کرو تو ہمارے تمہارے تعلقات منقطع ہیں۔ یقین مانو کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ پورا ہونے والا تو ضرور ہے۔ اب خواہ ابھی ہو خواہ دیر سے اس کا خود مجھے علم نہیں۔ ظاہر و باطن کا عالم اللہ ہی ہے۔ جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاؤ اسے سب کا علم ہے۔ بندوں کے کل اعمال ظاہر اور پوشیدہ اس پر آشکارا ہیں۔ چھوٹا بڑا، کھلا عمل چھپا سب کچھ وہ جانتا ہے۔ ممکن ہے اس کی تاخیر بھی تمہاری آزمائش ہو اور تمہیں تمہاری زندگی تک نفع دینا ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو جو دعا تعلیم ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم میں اور ہماری قوم میں تو سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کو بھی اسی قسم کی دعا کا حکم ہوا۔ حضور ﷺ جب کبھی کسی غزوے میں جاتے تو دعا کرتے کہ میرے رب تو سچا فیصلہ فرما۔ ہم اپنے مہربان رب سے ہی مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ تمہارے جھوٹ افتراؤں کو ہم سے ٹالے۔ اس میں ہمارا مددگار وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورہ انبیاء ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ حج

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوُنَّهَا تُذْهِلُ كُلَّ مَرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

سب سے زیادہ مہربان بہت رحم والے اللہ کے نام سے ○

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہا کرو قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے ○ جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے۔ اور تو دیکھے گا کہ لوگ متوالے دکھائی دیں گے حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے ○ دعوت تقویٰ: ☆ ☆ (آیت: ۱-۷) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم فرماتا ہے۔ اور آنے والے دہشت ناک امور سے ڈرارہا ہے خصوصاً قیامت کے زلزلے سے۔ اس سے مراد یا تو وہ زلزلہ ہے جو قیامت کے قائم ہونے کے درمیان آئے گا۔ جیسے فرمان ہے إِذَا زُلْزِلَتْ

الْأَرْضُ زِلْزَالُهَا الْخُ زَمِينَ خُوب اچھی طرح جھنجھوڑ دی جائے گی۔ اور فرمایا وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً الْخُ یعنی زمین اور پہاڑ اٹھا کر باہم ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَحًا الْخُ یعنی جب کہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ صورت کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان و زمین کو پیدا کر چکا تو صور کو پیدا کیا اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے منہ میں لئے ہوئے آنکھیں اوپر کواٹھائے ہوئے عرش کی جانب دیکھ رہے ہیں کہ کب حکم الہی ہو اور وہ صور پھونک دیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایک پھونکنے کی چیز ہے۔ بہت بری جس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا پہلا نفخہ گھبراہٹ کا ہوگا دوسرا بیہوشی کا۔

تیسرا اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا۔ وہ پھونکیں گے جس سے کل زمین و آسمان والے گھبرا اٹھیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ چاہے۔ بغیر رکے بغیر سانس لئے بہت دیر تک برابر اسے پھونکتے رہیں گے۔ اسی پہلے صور کا ذکر آیت وَمَا يَنْظُرُ هُوَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ میں ہے۔ اس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین کپکپانے لگے گی۔ جیسے فرمان ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ الْخُ جب کہ زمین لرزنے لگے گی اور یکے بعد دیگرے بردست جھٹکے لگیں گے دل دھڑکنے لگیں گے زمین کی وہ حالت ہو جائے گی جو کشتی کی طوفان میں اور گرداب میں ہوتی ہے یا جیسے کوئی قدیل عرش میں لٹک رہی ہو جسے ہوائیں چاروں طرف جھلا رہی ہوں۔ آہ یہی وقت ہوگا کہ دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کچھل کر جائیں گے اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین بھاگنے لگیں گے زمین کے کناروں تک پہنچ جائیں گے لیکن وہاں سے فرشتوں کی مار کھا کر لوٹ آئیں گے لوگ ادھر ادھر حیران پریشان بھاگنے دوڑنے لگیں گے ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگیں گے اسی لئے اس دن کا نام قرآن نے يَوْمَ التَّنَادِ رکھا۔ اسی وقت زمین ایک طرف سے دوسری طرف تک پھٹ جائے گی۔ اس وقت کی گھبراہٹ کا اندازہ نہیں ہو سکتا اب آسمان میں انقلابات ظاہر ہوں گے۔ سورج چاند بے نور ہو جائے گا۔ ستارے جھڑنے لگیں گے اور کھال ادھرنے لگے گی۔ زندہ لوگ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے ہاں مردہ لوگ اس سے بے خبر ہوں گے۔ آیت قرآن فَصَبَّعَهُمْ فِي السَّمُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ میں جن لوگوں کا استثنا کیا گیا ہے کہ وہ بیہوش نہ ہوں گے۔ اس سے مراد شہید لوگ ہیں۔ یہ گھبراہٹ زندوں پر ہوگی شہدائے اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے نجات دے گا اور انہیں پر امن رکھے گا یہ عذاب الہی صرف بدترین مخلوق کو ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ اس سورت کی شروع کی آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبرانی ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے اور بہت مطول ہے اس حصے کو نقل کرنے سے یہاں مقصود یہ ہے کہ اس آیت میں جس زلزلے کا ذکر ہے یہ قیامت سے پہلے ہوگا اور قیامت کی طرف اس کی اضافت بوجہ قرب اور نزدیکی کے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اشرط الساعہ وغیرہ واللہ اعلم۔ یا اس سے مراد وہ زلزلہ ہے جو قیام قیامت کے بعد میدان محشر میں ہو گا جب کہ لوگ قبروں سے نکل کر میدان میں جمع ہوں گے امام ابن جریر اسے پسند فرماتے ہیں اس کی دلیل میں بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

حضور ﷺ ایک سفر میں تھے آپ کے اصحاب شہیز تیز چل رہے تھے جو آپ نے با آواز بلند ان دونوں آیتوں کی تلاوت کی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں آواز پڑتے ہی وہ سب اپنی سواریاں لے کر آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے کہ شاید آپ کچھ اور فرمائیں گے آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون سا دن ہوگا؟ یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائے گا کہ اے آدم جہنم کا حصہ نکال وہ کہیں گے الہی کنتوں میں سے کتنے؟ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نو سو تانوے جہنم کے لئے اور ایک جنت کے لئے۔ یہ سنتے ہی صحابہ کے دل دہل گئے چپ لگ گئی۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ ”نعم نہ کرو خوش ہو جاؤ عمل کرتے رہو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے“

تمہارے ساتھ مخلوق کی وہ تعداد ہے کہ جس کے ساتھ ہوا سے بڑھادے یعنی یا جوج ماجوج اور بنی آدم میں سے جو ہلاک ہو گئے اور ابلیس کی اولاد، اب صحابہ کی گھبراہٹ کم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا، عمل کرتے رہو اور خوشخبری سنو۔ اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے، تم تو اور لوگوں کے مقابلے پر ایسے ہی ہو جیسے اونٹ کے پہلو کا یا جانور کے ہاتھ کا داغ۔ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ یہ آیت حالت سفر میں اتری۔ اس میں ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کا وہ فرمان سن کر رونے لگے آپؐ نے فرمایا، قریب قریب رہو اور ٹھیک ٹھاک رہو۔ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ رہا ہے وہی اس کفنی کو پوری کر دے گا ورنہ منافقوں سے وہ کفنی پوری ہوگی۔ اس میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا، مجھے تو امید ہے کہ اہل جنت کی چوتھائی صرف تم ہی ہو گے یہ سن کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ اکبر کہا، ارشاد ہوا کہ عجب نہیں کہ تم تہائی ہو۔ اس پر انہوں نے پھر تکبیر کہی آپؐ نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ تم ہی نصف نصف ہو گے انہوں نے پھر تکبیر کہی۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ پھر آپؐ نے دو تہائیاں بھی فرمائیں یا نہیں؟۔ اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینے کے قریب پہنچ کر آپؐ نے تلاوت آیت شروع کی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جنوں اور انسانوں سے جو ہلاک ہوئے اور روایت میں ہے کہ تم تو ایک ہزار اجزا میں سے ایک جزی ہو۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکارے گا، وہ جواب دیں گے لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ پھر آواز آئے گی کہ اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنم کا حصہ نکال۔ پوچھیں گے کہ الہی کتنا؟ حکم ہوگا، ہر ہزار میں سے نو سونانوے۔ اس وقت حاملہ کے حمل گر جائیں گے، بچے بوڑھے ہو جائیں گے، لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے۔ کسی نشے سے نہیں بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی کی وجہ سے۔ یہ سن کر صحابہ کے چہرے متغیر ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا، یا جوج ماجوج میں سے نو سونانوے اور تم میں سے ایک۔ تم تو ایسے ہو جیسے سفید رنگ بیل کے چند سیاہ بال جو اس کے پہلو میں ہوں یا مثل چند سفید بالوں کے جو سیاہ رنگ بیل کے پہلو میں ہوں۔ پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی کفنی میں تمہاری کفنی چوتھے حصے کی ہوگی، ہم نے اس پر تکبیر کہی پھر فرمایا آدمی تعداد میں سب اور اور آدمی تعداد صرف تمہاری۔ اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور ﷺ پھر وہ ایک خوش نصیب ہم میں سے کون ہوگا؟ جب کہ حالت یہ ہے۔ اور روایت میں ہے کہ تم اللہ کے سامنے نیچے پیروں، نیچے بدن، بے ختنہ حاضر کئے جاؤ گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضور ﷺ مرد عورتیں ایک ساتھ؟ ایک دوسرے پر نظریں پڑیں گی؟ آپؐ نے فرمایا، عائشہ وہ وقت نہایت سخت اور خطرناک ہوگا (بخاری و مسلم) مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا دوست اپنے دوست کو قیامت کے دن یاد کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا عائشہ تین موقعوں پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ اعمال کے قول کے وقت جب تک کہ کئی زیادتی نہ معلوم ہو جائے۔ اعمال ناموں کے اڑائے جانے کے وقت جب تک دائیں بائیں ہاتھ میں نہ آجائیں۔ اس وقت جب کہ جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جو گھیر لے گی اور سخت غیظ و غضب میں ہوگی اور کہے گی، میں تین قسم کے لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں ایک تو وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے رہتے ہیں دوسرے وہ جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور ہر سرکش ضدی متکبر پر پھر تو وہ انہیں سمیٹ لے گی اور جن جن کر اپنے پیٹ میں پہنچا دے گی۔ جہنم پر پل صراط ہوگی جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگی۔ اس پر آنکس اور کانٹے ہوں گے۔ جسے اللہ چاہے پکڑ لے گی۔ اس پر سے گزرنے والے مثل بجلی کے ہوں گے، مثل آکٹھ جھپکنے کے، مثل ہوا کے، مثل تیز رفتار گھوڑوں اور اداؤں کے۔ فرشتے ہر طرف کھڑے دعائیں کرتے ہوں گے کہ اللہ سلامتی دے اللہ بچا دے پس بعض تو بالکل صحیح سالم گزر جائیں گے، بعض کچھ چوٹ کھا کر بچ جائیں گے، بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔ قیامت کے آثار میں اور اس کی ہولناکیوں میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ جن کی جگہ اور ہے۔ یہاں فرمایا قیامت کا زلزلہ نہایت خطرناک ہے، بہت سخت ہے، نہایت مہلک ہے، دل دہلانے والا اور کلیجہ اڑانے والا ہے۔ زلزلہ رعب و گھبراہٹ کے وقت دل کے ہلنے کو کہتے ہیں جیسے آیت میں ہے کہ اس میدان جنگ میں مومنوں کو ہتلا کیا گیا اور سخت

جھنجھوڑ دیئے گئے۔ جب تم اسے دیکھو گے یہ ضمیر شان کی قسم سے ہے اسی لئے اس کے بعد اس کی تفسیر ہے کہ اس سختی کی وجہ سے دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور حاملہ کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ لوگ بدحواس ہو جائیں گے۔ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی نشتے میں بدمست ہو رہا ہو۔ دراصل وہ نشتے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کے عذابوں کی سختی نے انہیں بے ہوش کر رکھا ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۖ كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَإِنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝

بعض لوگ اللہ کے بارے میں باتیں بناتے ہیں اور وہ بھی بے علمی کے ساتھ سرکش شیطان کی ماتحتی میں ۝ جس پر قضاۓ الہی لکھ دی گئی ہے کہ جو کوئی اس کی رفاقت کرے وہ اسے گمراہ کر دے گا اور آگ کے عذاب کی طرف اسے لے چلے گا ۝

ازلی مردہ لوگ: ☆☆ (آیت: ۳۰-۳۱) جو لوگ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں اور اللہ کو اس پر قادر ہی نہیں مانتے اور فرمان الہی سے ہٹ کر نبیوں کی تابعداری کو چھوڑ کر سرکش انسانوں اور جنوں کی ماتحتی کرتے ہیں ان کی جناب باری تعالیٰ تردید فرما رہا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جتنے بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں وہ حق سے منہ پھیر لیتے ہیں باطل کی اطاعت میں لگ جاتے ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہ سرداروں کی ماننے لگتے ہیں ان کی رائے خواہش پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی صحیح علم نہیں ہوتا۔ یہ جس کی مانتے ہیں وہ تو ازلی مردود ہے اپنی تقلید کرنے والوں کو وہ بہکا تا رہتا ہے اور آخرش انہیں عذابوں میں پھانس دیتا ہے جو جہنم کی جلانے والی آگ کے ہیں۔ یہ آیت نصر بن حارث کے بارے میں اتری ہے۔ اس غبیث نے کہا تھا کہ ذرا ابتلاؤ تو اللہ تعالیٰ سونے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا۔ اس کے اس سوال سے آسمان لرز اٹھا اور اس کی کھوپڑی اڑ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نے ایسا ہی سوال کیا تھا۔ اسی وقت آسمانی کڑا کے نے اسے ہلاک کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تَرَابٍ ثُمَّ مِّن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِّن عَلَقَةٍ ثُمَّ مِّن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقَرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لَتَبَلُغُوا أَشَدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَّن يُّتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنْبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝

لوگو! تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کوئی شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔ یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں بچپن کی حالت میں

دنیا میں لاتے ہیں۔ پھر تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو، تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لئے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے تو دیکھتا ہے کہ زمین بجز اور خشک ہے۔ پھر جب ہم اس پر بائیں برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی رونق دار نباتات اگاتی ہے ○

پہلی پیدائش دوسری پیدائش کی دلیل ☆ ☆ (آیت: ۵) مخالفین اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل بیان کی جاتی ہے کہ اگر تمہیں دوسری باریکی زندگی سے انکار ہے تو ہم اس کی دلیل میں تمہاری پہلی دفعہ کی پیدائش تمہیں یاد دلاتے ہیں۔ تم اپنی اصلیت پر غور کر کے دیکھو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا ہے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جن کی نسل تم سب ہو۔ پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطروں سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی، پھر گوشت کا ایک ٹوٹھڑا بنا، چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم الہی اس میں خون کی سرخ پھلکی پڑتی ہے پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت و شبیہ نہیں ہوتی پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عنایت فرماتا ہے۔ سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضا بنتے ہیں۔ کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔ جب اس ٹوٹھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے اللہ کی چاہت ہو خوبصورت، بد صورت، مرد، عورت بنا دیا جاتا ہے۔ رزق، اجل، نیکی، بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔

صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔ پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے ٹوٹھڑے کی پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے رزق، عمل، اجل، شقی یا سعید ہونا لکھ لیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ عبد اللہ فرماتے ہیں، نطفے کے رحم میں ٹھہرتے ہی فرشتہ پوچھتا ہے کہ الہی یہ مخلوق ہوگا یا نہیں؟ اگر انکار ہوا تو وہ جتنا ہی نہیں۔ خون کی شکل میں رحم اسے خارج کر دیتا ہے اور اگر حکم ملا کہ اس کی پیدائش کی جائے گی تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ نیک ہوگا یا بد؟ اجل کیا ہے؟ اثر کیا ہے؟ کہاں مرے گا؟ پھر نطفے سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ پوچھا جاتا ہے رازق کون ہے؟ کہتا ہے اللہ پھر فرشتے سے کہا جاتا ہے تو جا اور اصل کتاب میں دیکھ لے وہیں اس کا سارا حال مل جائے گا پھر وہ پیدا کیا جاتا ہے لکھی ہوئی زندگی گزارتا ہے مقدر کا رزق پاتا ہے مقررہ جگہ چلتا پھرتا ہے پھر موت آتی ہے اور دفن کیا جاتا ہے جہاں دفن ہوتا مقدر ہے۔ پھر حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مضغہ ہونے کے بعد چوتھی پیدائش کی طرف لوٹا یا جاتا ہے اور ذی روح بنتا ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسید کی مرفوع روایت میں ہے کہ چالیس پینتالیس دن جب نطفے پر گزر جاتے ہیں تو فرشتہ دریافت کرتا ہے کہ یہ دوزخی ہے یا خستی؟ جو جواب دیا جاتا ہے لکھ لیتا ہے پھر پوچھتا ہے لڑکا ہوگا یا لڑکی؟ جو جواب ملتا ہے لکھ لیتا ہے پھر عمل اور اثر اور رزق اور اجل لکھی جاتی ہے اور صحیفہ لپیٹ لیا جاتا ہے جس میں نہ کی ممکن ہے نہ زیادتی۔ پھر بچہ ہو کر دنیا میں تولد ہوتا ہے نہ عقل ہے نہ سمجھ کمزور ہے اور تمام اعضاء ضعیف ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہتا ہے ماں باپ کو مہربان کر دیتا ہے۔ دن رات انہیں اس کی فکر رہتی ہے تکلیفیں اٹھا کر پرورش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پروان چڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ عفوان جوانی کا زمانہ آتا ہے۔ خوبصورت تو مند ہو جاتا ہے۔ بعض تو جوانی میں ہی چل بسے ہیں، بعض بوڑھے پھوس ہو جاتے ہیں۔ کہ پھر سے عقل و خرد کھو بیٹھتے ہیں اور بچوں کی طرح ضعیف ہو جاتے ہیں حافظہ، فہم، فکر سب میں فتور پڑ جاتا ہے، علم کے بعد بے علم ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ ضَعِیْفٍ اَرَیْکُمُ اللّٰہ نے

تمہیں کمزوری میں پیدا کیا پھر زور دیا پھر اس قوت و طاقت کے بعد ضعف اور بڑھا پا آیا جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے پورے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔ مسند حافظ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بچہ جب تک بلوغت کو نہ پہنچے اس کی نیکیاں اس کے باپ کے یا ماں باپ کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور برائی ناس پر ہوتی ہے نہ ان پر۔ بلوغت پر پہنچنے ہی قلم اس پر چلنے لگتا ہے اس کے ساتھ کہ فرشتوں کو اس کی حفاظت کرنے اور اسے درست رکھنے کا حکم مل جاتا ہے جب وہ اسلام میں ہی چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تین بلاؤں سے نجات دے دیتا ہے جنوں سے 'جذام سے اور برص سے' جب اسے اللہ کے دین پر پچاس سال گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں تخفیف کر دیتا ہے۔ جب وہ ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رضا مندی کے کاموں کی طرف اس کی طبیعت کا پورا میلان کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف راغب کر دیتا ہے۔ جب وہ ستر برس کا ہو جاتا ہے تو آسمانی فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب وہ اسی برس کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں تو لکھتا ہے لیکن برائیوں سے تجاویز فرماتا ہے۔ جب وہ نوے برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے گھرانے والوں کے لئے اسے سفارشی اور شفیع بنا دیتا ہے۔ وہ اللہ کے ہاں امین اللہ کا خطاب پاتا ہے اور زمین میں اللہ کے قیدیوں کی طرح رہتا ہے۔ جب بہت بڑی ناکارہ عمر کو پہنچ جاتا ہے جب کہ علم کے بعد بے علم ہو جاتا ہے تو جو کچھ وہ اپنی صحت اور ہوش کے زمانے میں نیکیاں کیا کرتا تھا سب اس کے نامہ اعمال میں برابر لکھی جاتی ہیں اور اگر کوئی برائی اس سے ہوئی تو وہ نہیں لکھی جاتی۔

یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں سخت نکارت ہے باوجود اس کے اسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں لائے ہیں موقوفاً بھی اور مرفوعاً بھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے از فرمان رسول اللہ ﷺ۔ پھر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی دوسری سند سے مرفوعاً یہی وارد کی ہے۔ حافظ ابو بکر بن بزار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے بہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حدیث مرفوعہ میں بیان کیا ہے (اور مسلمانوں پر رب کی مہربانی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ ہماری عمر میں نیکی کے ساتھ برکت دے آمین)۔ مردوں کے زندہ کر دینے کی ایک دلیل یہ بیان کر کے پھر دوسری دلیل بیان فرماتا ہے کہ چٹیل میدان بے روئیدگی کی خشک اور سخت زمین کو ہم آسمانی پانی سے لہلہاتی اور تروتازہ کر دیتے ہیں طرح طرح کے پھل پھول میوے دانے وغیرہ کے درختوں سے سرسبز ہو جاتی ہے، قسم قسم کے درخت اگ آتے ہیں اور جہاں کچھ نہ تھا وہاں سب کچھ ہو جاتا ہے، مردہ زمین ایک دم زندگی کے کشادہ سانس لینے لگتی ہے جس جگہ ڈرگتا تھا وہاں اب راحت روح اور نوسن سرور قلب موجود ہو جاتا ہے۔ قسم قسم کے طرح طرح کے میٹھے کھنے خوش ذائقہ مزیدار رنگ روپ والے پھل اور میوے سے لدے ہوئے خوبصورت چھوٹے بڑے درخت جھوم جھوم کر بہار کا لطف دکھانے لگتے ہیں۔ یہی وہ مردہ زمین ہے جو کل تک خاک اڑا رہی تھی۔ آج دل کا سرور اور آنکھوں کا نور بن کر اپنی زندگی کی جوانی کا مزہ دے رہی ہے۔ پھولوں کے چھوٹے چھوٹے پودے دماغ کو مخزن عطار بنا دیتے ہیں دور سے نسیم کے ہلکے ہلکے جھونکے کتنے خوشگوار معلوم ہوتے ہیں۔ فسبحان اللہ و بحمدہ۔

ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۖ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝

یہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہ مردوں کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز قدرت رکھنے والا ہے ○ اور یہ کہ قیامت قطعاً آنے والی ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور

یقیناً اللہ تعالیٰ قبروں والوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا ○

(آیت: ۶۰-۷۰) سچ ہے خالق و مدبر اپنی چاہت کے مطابق کرنے والا خود مختار حاکم حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور اس کی نشانی مردہ زمین کا زندہ ہونا مخلوق کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ وہ ہر انقلاب پر ہر قلب ماہیت پر قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جا پھر ناممکن ہے کہ وہ کہتے ہی ہونہ جائے۔ یاد رکھو قیامت قطعاً بلا شک و شبہ آنے والی ہے اور قبروں کے مردوں کو وہ قدرت والا اللہ زندہ کر کے اٹھانے والا ہے وہ عدم سے وجود میں لانے پر قادر تھا اور ہے اور رہے گا۔ سورہ یٰسین میں بھی بعض لوگوں کے اس اعتراض کا ذکر کر کے انہیں ان کی پہلی پیدائش یا دولا کر قائل کیا گیا ہے ساتھ ہی سبز درخت سے آگ پیدا کرنے کی قلب ماہیت کو بھی دلیل میں پیش فرمایا گیا ہے اور آیتیں بھی اس بارے میں بہت سی ہیں۔

حضرت لقیط بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو رزین عقیلی کی کنیت سے مشہور ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہم لوگ سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھیں گے؟ اور اس کی مخلوق میں اس دیکھنے کی مثال کوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا! کیا تم سب کے سب چاند کو یکساں طور پر نہیں دیکھتے؟ ہم نے کہا ہاں فرمایا پھر اللہ تو بہت بڑی عظمت والا ہے۔ آپؐ نے پھر پوچھا: حضور ﷺ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے؟ جواب ملا کہ کیا ان جنگلوں سے تم نہیں گزرے جو غیر آباد ویران پڑے ہوں خاک اڑ رہی ہو خشک مردہ ہو رہے ہوں پھر تم دیکھتے ہو کہ وہی ٹکڑا سبزے سے اور قسم قسم کے درختوں سے ہر اہمرا زندہ نو پیدا ہو جاتا ہے بارونق بن جاتا ہے اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مخلوق میں یہی دیکھی ہوئی مثال اس کا کافی نمونہ اور ثبوت ہے (ابوداؤد وغیرہ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور قیامت قطعاً بے شبہ آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو قبروں سے دوبارہ زندہ کرے گا وہ یقیناً جنتی ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى
وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝ ثَانِي عِطْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَنُذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝
ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں ○ اپنا بازو موڑنے والا بن کر اس لئے کہ راہ اللہ سے بہکا دے اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور قیامت کے دن بھی ہم اسے جہنم میں جلتے کا عذاب پکھلائیں گے ○ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

گمراہ جاہل مقلد لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۸-۱۰) چونکہ اوپر کی آیتوں میں گمراہ جاہل مقلدوں کا حال بیان فرمایا تھا یہاں ان کے مرشدوں اور پیروں کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ وہ بے عقلی اور بے دلیلی سے صرف رائے قیاس اور خواہش نفسانی سے اللہ کے بارے میں کلام کرتے رہتے ہیں۔ حق سے اعراض کرتے ہیں تکبر سے گردن پھیر لیتے ہیں حق کو قبول کرنے سے بے پرواہی کے ساتھ انکار کر جاتے ہیں جیسے فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزوں کو دیکھ کر بھی بے پرواہی کی اور نہ مانا۔ اور آیت میں ہے جب ان سے اللہ کی وحی کی تابعداری کو کہا جاتا ہے اور رسول اللہ کے فرمان کی طرف بلایا جاتا ہے تو تو دیکھ گام کہ اے رسول ﷺ یہ منافق تجھ سے دور چلے جایا کرتے

ہیں۔ سورہ منافقون میں ارشاد ہوا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور اپنے لئے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کرو آؤ تو وہ اپنے سر گھا کر گھمٹد میں آ کر بے نیازی سے انکار کر جاتے ہیں۔ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تُصَغِرْ حَدَّكَ لِلنَّاسِ لوگوں سے اپنے رخسار نہ پھلادیا کر یعنی اپنے تئیں بڑا سمجھ کر ان سے تکبر نہ کر۔ اور آیت میں ہے ہماری آیتیں سن کر یہ تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لِيُضِلَّ كَالَامٍ يَاتُوا لَمَ عَاقِبَتِ هِيَ يَالَامَ لَاقِيلٍ ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کا مقصود دوسروں کو گمراہ کرنا نہیں ہوتا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے مراد معاند اور انکار ہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ ہم نے اسے ایسا بدخلق اس لئے بنا دیا ہے کہ یہ گمراہوں کا سردار بن جائے۔ اس کے لئے دنیا میں بھی ذلت و خواری ہے جو اس کے تکبر کا بدلہ ہے۔ یہ یہاں تکبر کر کے بڑا بننا چاہتا تھا ہم اسے اور چھوٹا کر دیں گے یہاں بھی اپنی چاہت میں ناکام اور بے مراد رہے گا۔ اور آخرت کے دن بھی جہنم کی آگ کا لقمہ ہوگا۔ اسے بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا نتیجہ ہے اللہ کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اسے پکڑ لو اور گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤ اور اس کے سر پر آگ جیسے پانی کی دھار بہاؤ۔ لے اب اپنی عزت اور تکبر کا بدلہ لیتا جا۔ یہی وہ ہے جس سے عمر بھر شک و شبہ میں رہا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک دن میں وہ ستر ستر مرتبہ آگ میں جل کر بھرتا ہو جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر جلایا جائے گا (اعاذنا اللہ)۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ
اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ
خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ يَدْعُوا
مَنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا نِفْعَةَ لَهُ ذَلِكَ هُوَ الصَّلَاةُ
الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُوا لِمَنْ ضُرُّهُ أَقْرَبُ مِنْ نَفْعِهِ لَيْسَ الْمَوْلَى
وَلَيْسَ الْعَشِيرُ ۝

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے ہو کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آگئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا واقعی یہ کھلا نقصان ہے ○ اللہ کے سوا انہیں پکارا کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں نہ نفع، یہی تو دور دراز کی گمراہی ہے ○ اسے پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے نفع سے بہت ہی قریب ہے یقیناً برے والی ہیں (دوست) اور برے ساتھی ○

شک کے مارے لوگ: ☆ ☆ (آیت ۱۱: ۱۳) حرف کے معنی شک کے ایک طرف کے ہیں۔ گویا وہ دین کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے ہیں فائدہ ہوا تو پھولے نہیں سماتے، نقصان دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے اعراب ہجرت کر کے مدینے پہنچتے تھے اب اگر بال بچے ہوئے جانوروں میں برکت ہوئی تو کہتے یہ دین بڑا اچھا ہے اور اگر نہ ہوئے تو کہتے یہ دین تو نہایت برا ہے۔ ابن ابی حاتم میں آپ ہی سے مروی ہے کہ اعراب حضور ﷺ کے پاس آتے، اسلام قبول کرتے، واپس جا کر اگر اپنے ہاں بارش پانی پاتے، جانوروں میں، گھربار میں برکت دیکھتے تو اطمینان سے کہتے بڑا اچھا دین ہے اور اگر اس کے خلاف دیکھتے تو جھٹ سے بک دیتے کہ اس دین میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ بروایت عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ایسے

لوگ بھی تھے جو مدینے پہنچتے ہی اگر ان کے ہاں لڑکا ہوتا یا ان کی اونٹنی بچہ دیتی تو انہیں راحت ہوئی تو خوش ہو جاتے اور اس دین کی تعریفیں کرنے لگتے اور اگر کوئی بلا مصیبت آگئی مدینے کی ہوا موافق نہ آئی گھر میں لڑکی پیدا ہو گئی صدقے کا مال میسر نہ ہوا تو شیطانی دوسے میں آ جاتے اور صاف کہہ دیتے کہ اس دین میں تو مشکل ہی مشکل ہے۔

عبدالرحمن کا بیان ہے کہ یہ حالت منافقوں کی ہے دنیا اگر مل گئی تو دین سے خوش ہیں جہاں نہ ملی یا کوئی امتحان آ گیا فوراً پلہ جھاڑ لیا کرتے ہیں مرتد کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ پورے بدنصیب ہیں دنیا و آخرت دونوں بر باد کر لیتے ہیں اس سے زیادہ اور بربادی کیا ہوتی؟ جن ٹھاکروں بتوں اور بزرگوں سے یہ مدد مانگتے ہیں جن سے فریاد کرتے ہیں جن کے پاس اپنی حاجتیں لے جاتے ہیں جن سے روزیاں مانگتے ہیں وہ تو محض عاجز ہیں نفع نقصان ان کے ہاتھ ہی نہیں۔ سب سے بڑی گمراہی یہی ہے۔ دنیا میں بھی ان کی عبادت سے نقصان نفع سے پیشتر ہی ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں ان سے جو نقصان پہنچے گا اس کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ یہ بت تو ان کے نہایت برے والی اور نہایت برے ساتھی ثابت ہوں گے یا یہ مطلب کہ ایسا کرنے والے خود بہت ہی بد اور بڑے ہی برے ہیں۔ لیکن پہلی تفسیر زیادہ اچھی ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۝
مَنْ كَانَ يَظُنْ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
فَلْيَمْدَدْ بِسَبَبِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لَيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِبَنَّ
كَيِّدُهُ مَا يَغِيظُ ۝ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ
يَهْدِي مَنْ يُرِيدُ ۝

ایمان اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ لہریں لیتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں لے جائے گا اللہ جو ارادہ کرے اسے کر کے ہی رہتا ہے ○ جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد دونوں جہان میں نہ کرے گا وہ اونچائی پر ایک رسا باندھ کر اپنے طلق میں پھندا پھانس لے۔ پھر دیکھ لے کہ اس کی چالاکیوں سے کیا وہ بات ہٹ جاتی ہے جو اسے تڑپا رہی ہے؟ ○ ہم نے اسی طرح اس قرآن کو واضح آیتوں میں اتارا ہے جسے اللہ چاہے ہدایت نصیب فرماتا ہے ○

یقین کے مالک لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۱۴) برے لوگوں کا بیان کر کے بھلے لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے دلوں میں یقین کا نور ہے اور جن کے اعمال میں سنت کا ظہور ہے بھلائیوں کے خواہاں برائیوں سے گریزاں ہیں۔ یہ بلند محلات میں عالی درجات میں ہوں گے کیونکہ یہ راہ یافتہ ہیں۔ ان کے علاوہ سب لوگ حواس باختہ ہیں۔ اب جو چاہے کرے جو چاہے رکھے دھرے۔

مخالفین نبی ﷺ ہلاک ہوں: ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۱۶) یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے۔ آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی چاہے ایسا شخص اپنے غصے میں ہار ہی جائے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنے تئیں ہلاک کر دے۔ ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مرجائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر ہی رہیں گی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ

کے خلاف ہو کر ہی رہے گا۔ بانی امداد آسمان سے نازل ہوگی۔ ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں انکی پوری بے بسی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے اس لئے انہیں چاہئے کہ یہ مرجائیں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالیں۔ جیسے فرمان ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اِلٰحُ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کس طرح بجھا سکتا ہے؟ اس قرآن کو ہم نے اتارا ہے جس کی آیتیں الفاظ اور معنی کے لحاظ سے بہت ہی واضح ہیں اللہ کی طرف سے اس کے بندوں پر یہ حجت ہے۔ ہدایت و گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ وہ سب کا حاکم ہے وہ رحمتوں والا عدل والا غلبے والا حکمت والا عظمت والا اور علم والا ہے۔ کوئی اس پر مختار نہیں جو چاہے کرے سب سے حساب لینے والا وہی ہے اور وہ بھی بہت جلد۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِیْنَ وَالتَّصٰوِیَ
وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ
الْقِیْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌۭ ۝۱۷ اَلَمْ تَرَ
اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ
وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ یُّهِنِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مَّكْرِمٍۭۤ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ۝۱۸

ایمان دار اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور مجوسی اور مشرکین ان سب کے درمیان قیامت کے دن خود اللہ تعالیٰ فیصلے کر دے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے ۝ کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمان والے اور سب زمین والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے جسے رب ذلیل کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝

مختلف مذہبوں کا فیصلہ روز قیامت ہوگا: ☆ ☆ (آیت: ۱۷) صابین کا بیان مع اختلاف سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ ان مختلف مذہب والوں کا فیصلہ قیامت کے دن صاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جنت دے گا اور کفار کو جہنم واصل کرے گا۔ سب کے اقوال افعال ظاہر باطن اللہ پر عیاں ہیں۔

چاند سورج ستارے سب سجدہ ریز: ☆ ☆ (آیت: ۱۸) مستحق عبادت صرف وہی لاشریک الہی ہے۔ اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز سر جھکائے ہوئے ہے خواہ بخوشی خواہ بے خوشی۔ ہر چیز کا سجدہ اپنی وضع میں ہے۔ چنانچہ قرآن نے سائے کا دائیں بائیں اللہ کے سامنے سر بسجود ہونا بھی آیت اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اِلٰحُ میں بیان فرمایا ہے۔ آسمانوں کے فرشتے زمین کے حیوان انسان جنات پرند

چند سب اس کے سامنے سر بسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کر رہے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ اسی لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کر دے کہ جو ان کا خالق ہے۔ صحیحین میں ہے رسول خدا ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی ﷺ کو آپ نے فرمایا یہ عرش کے تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آ رہا ہے کہ اس سے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں گربہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گربہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کسی پر چلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج، چاند اور کل ستارے غروب ہو کر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے اجازت مانگ کر دہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں۔ پہاڑوں اور درختوں کا سجدہ ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑتا ہے۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا اَللّٰهُمَّ اَكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وَزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ۔ یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے پاس اجر و ثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سجدے کی آیت پڑھی، سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ)۔ تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنالیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت الہی بجالاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں، تکبر کرتے ہیں، سرکشی کرتے ہیں اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کر سکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا یہاں ایک شخص ہے جو اللہ کے ارادوں اور اس کی مشیت کو نہیں مانتا۔ آپ نے اسے فرمایا اے شخص بتا تیری پیدائش اللہ تعالیٰ نے تیری چاہت کے مطابق کی یا اپنی؟ اس نے کہا اپنی چاہت کے مطابق۔ فرمایا یہ بھی بتا کہ جب تو چاہتا ہے مریض ہو جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے؟ اس نے کہا جب وہ چاہتا ہے۔ پوچھا پھر تجھے شفا تیری چاہت سے ہوتی ہے یا اللہ کے ارادے سے؟ جواب دیا اللہ کے ارادے سے۔ فرمایا اچھا یہ بھی بتا کہ اب وہ جہاں چاہے گا تجھے لے جائے گا یا جہاں تو چاہے گا؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا پھر کیا بات باقی رہ گئی؟ سن اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو اللہ میں تیرا سراڑا دیتا۔

مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جب انسان سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ کر رونے لگتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا اس نے سجدہ کر لیا۔ جنتی ہو گیا، میں نے انکار کر دیا جہنمی بن گیا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ سورہ حج کو اور تمام سورتوں پر یہ فضیلت ملی کہ اس میں دو آیتیں سجدے کی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جو ان دونوں پر سجدہ نہ کرے اسے چاہئے کہ اسے پڑھے ہی نہیں۔ (ترمذی وغیرہ)۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث قوی نہیں لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول قابل غور ہے کیونکہ اس کے راوی ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سماعت کی اس میں تصریح کر دی ہے اور ان پر بڑی جرح و تدلیس کی ہے جو اس سے اٹھ جاتی ہے۔ ابو داؤد میں فرمان رسالت ماب علیہ السلام ہے کہ سورہ حج کو قرآن کی اور سورتوں پر یہ فضیلت دی گئی ہے کہ اس میں دو جہدے ہیں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سند سے تو یہ حدیث مستند نہیں لیکن اور سند سے یہ مستند بھی بنی ان کی گئی ہے مگر صحیح نہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیبہ میں اس سورت کی تلاوت کی اور دو بار سجدہ کیا اور فرمایا 'اسے ان دو جہدوں سے فضیلت دی گئی ہے'۔ (ابو بکر بن عدی) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پورے قرآن میں پندرہ جہدے پڑھائے 'تین سورہ مفصل میں دو سورہ حج میں'۔ (ابن ماجہ وغیرہ) پس یہ سب روایتیں اس بات کو پوری طرح مضبوط کر دیتی ہیں۔

هَذَانِ خَصْمَيْنِ اِخْتَصَمُوْا فِي رَّبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
قَطَّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمْ
الْحَمِيْمُ ۙ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۙ وَلَهُمْ
مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيْدٍ ۗ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ
اَعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۗ

یہ دونوں اپنے رب کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہیں۔ پس کافروں کیلئے تو آگ کے کپڑے بیعت کر کے کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی کا تریزا بہایا جائے گا ○ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی ○ اور ان کی سزا کیلئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں ○ یہ جب بھی وہاں سے وہاں کے غم سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے وہیں لوٹا دئے جائیں گے کچھلنے کا عذاب پہنچتے رہو ○

مومن و کافر کی مثال: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۲) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مقابلے میں بدر کے دن جو دو کافر آئے تھے اور عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔ (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں 'قیامت کے دن میں سب سے پہلے اللہ کے سامنے اپنی حجت ثابت کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل گر جاؤں گا۔ حضرت قیس فرماتے ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ بدر کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آئے تھے علی اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبیدہ اور شبیبہ اور عتبہ اور ولید۔ اور قول ہے کہ مراد مسلمان اور اہل کتاب ہیں۔ اہل کتاب کہتے تھے ہمارا نبی تمہارے نبی سے اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اس لئے ہم اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہیں مسلمان کہتے تھے کہ ہماری کتاب تمہاری کتاب کا فیصلہ کرتی ہے اور ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اس لئے تم سے ہم اولی ہیں۔ پس اللہ نے اسلام کو غالب کیا اور یہ آیت اتری۔

قنادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد اس سے سچا ماننے والے اور جھٹلانے والے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس آیت میں مومن و کافر کی مثال ہے جو قیامت میں مختلف تھے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد جنت دوزخ کا قول ہے۔ دوزخ کی مانگ تھی کہ مجھے سزا کی چیز بنا اور جنت کی آرزو تھی کہ مجھے رحمت بنا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ان تمام اقوال کو شامل ہے اور بدر کا واقعہ بھی اس کے ضمن میں آ سکتا ہے۔ مومن اللہ کے دین کا غلبہ چاہتے تھے اور کفار نور ایمان کے بجائے حق کو پست کرنے اور باطل کے بھارنے کی

فکر میں تھے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ یہ تانے کی صورت میں ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے۔ پھر اوپر سے گرم اٹلتے ہوئے پانی کا تریزا ڈالا جائے گا۔ جس سے آنتیں اور چربی کھل جائے گی اور کھال بھی جھل کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی۔ پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا۔ عبد اللہ بن سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'فرشتہ اس ڈوبے کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا۔ تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا تھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان تھوڑوں میں سے جن سے دوزخیوں کی کٹائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ (مسند) آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دیئے جائیں گے۔ اگر عساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبو کے مارے ہلاک ہو جائیں (مسند احمد) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس کے ٹکٹے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل جع جائے گا۔ جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔

حضرت سلمان فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے 'جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط جھٹکڑیاں ہیں۔ ہاں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہہ میں اتر جاتے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو۔ جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا کہ اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے۔ زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ
مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۖ وَهُدًى إِلَى الطَّيِّبِ
مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهُدًى إِلَى صِرَاطٍ الْحَمِيدِ ۝

ایمان والوں اور نیک کام والوں کو اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں تلے سے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں وہ سونے کے ٹکٹن پہنائے جائیں گے اور سچے موتی بھی وہاں ان کا لباس خالص ریشم ہوگا ○ پاکیزہ بات کی رہنمائی کر دی گئی اور قابل صد تعریف راہ کی ہدایت کر دی گئی ○

جنت کے محلات و باغات: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) اوپر جہنمیوں کا ان کی سزاؤں ان کے طوق و زنجیر کا ان کے جلنے جھلنے کا ان کے آگ کے لباس کا ذکر کر کے اب جنت کا وہاں کی نعمتوں کا اور وہاں کے رہنے والوں کا حال بیان فرما رہا ہے۔ اللہ ہمیں اپنی سزاؤں سے بچائے اور جزاؤں سے نوازے آمین۔ فرماتا ہے ایمان اور نیک عمل کے بدلے جنت ملے گی جہاں کے محلات اور باغات کے چاروں طرف پانی کی نہریں لہریں مار رہی ہوں گی جہاں چاہیں گے وہیں خود بخود ان کا رخ ہو جایا کرے گا۔ سونے کے زیوروں سے سجے ہوئے ہوں

کے موتیوں میں تل رہے ہوں گے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے 'مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'جنت میں ایک فرشتہ ہے جس کا نام بھی مجھے معلوم ہے وہ اپنی پیدائش سے مومنوں کے لئے زیور بنا رہا ہے اور قیامت تک اسی کام میں رہے گا۔ اگر ان میں سے ایک کنگن بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سورج کی روشنی اسی طرح جاتی رہے جس طرح اس کے نکلنے سے چاند کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہاں بہشتیوں کے کپڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نرم چمکیلے ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ جیسے سورہ دہر میں ہے کہ ان کے لباس سبز ریشمی ہوں گے چاندی کے کنگن ہوں گے اور شراب طہور کے جام پر جام پی رہے ہوں گے۔ یہ ہے تمہاری جزا اور یہ ہے تمہاری بار آورسی کا نتیجہ۔ صحیح حدیث میں ہے 'ریشم تم نہ پہنو جو اسے دنیا میں پہن لے گا وہ آخرت کے دن اس سے محروم رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں 'جو اس دن ریشمی لباس سے محروم رہا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ کیونکہ جنت والوں کا یہی لباس ہے۔ ان کو پاک بات سکھادی گئی۔ جیسے فرمان ہے تَجِثْتُمْ فِيْهَا سَلَمًا اِيْمَانًا رَّحِمًا اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ جَنَّتْ مِيْنِ جَانِيْنِ كَيْسَ جِهَانِ كَا تَحْتِ اَپْسِ مِيْنِ سَلَامِ هُوَا۔ اور آیت میں ہے ہر دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور سلام کر کے کہیں گے تمہارے صبر کا کیا ہی اچھا انجام ہوا۔ اور جگہ فرمایا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْتِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلَامًا سَلَامًا وہاں کوئی لغو بات اور رنج دینے والی بات نہ سنیں گے بجز سلام اور سلامتی کے۔ پس انہیں وہ مکان دے دیا گیا جہاں صرف دل لہانے والی آوازیں اور سلام ہی سلام سنتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وہاں مبارک سلامت کی آوازیں ہی آئیں گی برخلاف دوزخیوں کے کہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں۔ جہنم کے جاتے ہیں اور سرزنش کی جارہی ہے کہ ایسے عذاب برداشت کرو وغیرہ۔ اور انہیں وہ جگہ دی گئی کہ یہ نہال نہال ہو گئے اور بیساختہ ان کی زبانوں سے اللہ کی حمد ادا ہونے لگی۔ کیونکہ بیشمار بے نظیر رحمتیں پالیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جیسے بے قصد بے تکلف سانس آتا جاتا رہتا ہے اسی طرح بہشتیوں کو تسبیح و حمد کا الہام ہوگا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ طیب کلام سے مراد قرآن کریم ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے حدیث کے دروازہ کا کار ہیں اور صراطِ حمید سے مراد اسلامی راستہ ہے۔ یہ تفسیر بھی پہلی تفسیر کے خلاف نہیں واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءٍ ۙ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ
بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نَّذِقْهُ مِنْ عَذَابِ اَلِيْمٍ ۝۵

جن لوگوں نے کفر کیا اور راہ اللہ سے روکنے لگے اور اس حرمت والی مسجد سے بھی جسے ہم نے تمام لوگوں کے لئے مساوی کر دیا ہے وہیں کے رہنے والے ہوں یا باہر کے ہوں جو بھی ظلم کے ساتھ وہاں الحاد کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے ○

مسجد الحرام سے روکنے والے ☆ ☆ (آیت ۲۵) اللہ تعالیٰ کافروں کے اس فعل کی تردید کرتا ہے جو وہ مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکتے تھے۔ وہاں انہیں احکام حج ادا کرنے سے باز رکھتے تھے باوجود اس کے اولیاء اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذکر مدینے شریف کا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ الْخِمْسِ میں ہے۔ یہاں فرمایا کہ باوجود کفر کے پھر یہ بھی فعل ہے کہ راہ اللہ سے اور مسجد حرام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں جو درحقیقت اس کے اہل ہیں۔ یہی ترتیب اس آیت کی ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ الْخِمْسِ یعنی ان کی صفت یہ ہے کہ ان کے دل ذکر اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مسجد حرام جو اللہ نے سب کے لئے یکساں طور پر باحرمت بنائی ہے۔ مقیم مسافر کے حقوق میں کوئی کمی زیادتی

نہیں رکھی۔ اہل مکہ بھی مسجد حرام میں اتر سکتے ہیں اور باہر والے بھی۔ وہاں کی منزلوں میں وہاں کے باشندے اور بیرونی ممالک کے لوگ سب ایک ہی حق رکھتے ہیں۔ اس مسئلے میں امام شافعی، امام اسحاق بن راہویہ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں اختلاف کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرمانے لگے کہ کی حویلیاں ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں، ورثے میں بٹ سکتی ہیں اور کرائے پر بھی دی جاسکتی ہیں۔ دلیل یہ دی کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کل آپ کے میں اپنے ہی مکان میں اتریں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ عقیل نے ہمارے لئے کون سی چھوڑی ہے؟

پھر فرمایا، کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کا فرکا۔ اور دلیل یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر وہاں جیل خانہ بنایا تھا۔ طاؤس اور عمرو بن دینار بھی اس مسئلے میں امام صاحب کے ہم نوا ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ وہ ورثے میں بٹ نہیں سکتے نہ کرائے پر دیئے جاسکتے ہیں۔ سلف میں سے ایک جماعت یہی کہتی ہے مجاہد اور عطاء کا یہی مسلک ہے۔ اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے حضرت علقمہ بن فضلہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ کے زمانے میں صدیقی اور فاروقی خلافت میں مکے کی حویلیاں آزاد اور بے ملکیت کہی جاتی رہیں اگر ضرورت ہوتی تو رہتے ورنہ اور کو بسنے کے لئے دے دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نہ تو مکے شریف کے مکانوں کا بیچنا جائز ہے نہ ان کا کرایہ لینا، حضرت عطاء بھی حرم میں کرایہ لینے کو منع کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے شریف کے گھروں کے دروازے رکھنے سے روکتے تھے کیونکہ محن میں حاجی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ سب سے پہلے گھر کا دروازہ کھول دینا ضروری تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت انہیں حاضری کا حکم بھیجا انہوں نے آ کر کہا، مجھے معاف فرمایا جائے۔ میں سوداگر شخص ہوں میں نے ضرورتاً یہ دروازے بنائے ہیں تاکہ میرے جانور میرے بس میں رہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر خیر ہم اسے تیرے لئے جائز رکھتے ہیں۔ اور روایت میں حکم فاروقی ان الفاظ میں مروی ہے کہ اے اہل مکہ اپنے مکانوں کے دروازے نہ رکھو تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہریں۔ عطا فرماتے ہیں، شہری اور غیر وطنی ان میں برابر ہیں جہاں چاہیں اتریں۔ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں، مکے شریف کے گھروں کا کرایہ کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے درمیان کا مسلک پسند فرمایا یعنی ملکیت کو اور ورثے کو تو جائز بتایا ہاں کرائے کو ناجائز کہا ہے اس سے دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔

بالحداد میں ”با“ زائد ہے جیسے تَنَبَّطُ بِالذَّهْنِ میں۔ اور اُشْی کے شعر ضَمَنْتُ بِرِزْقِ عِيَالِنَا أَرْمَا حُنَا لُحْ، یعنی ہمارے گھرانے کی روزیاں ہمارے نیروں پر موقوف ہیں اُحْ اور شاعروں کے اشعار میں ”با“ کا ایسے موقعوں پر زائد آتا مستعمل ہوا ہے لیکن اس نے بھی عمدہ بات یہ ہے کہ ہم کہیں کہ یہاں کا فعل يَهُمُّ کے معنی کا مضمّن ہے اس لئے ”با“ کے ساتھ متعدی ہوا ہے۔ الحداد سے مراد کبیرہ شرمناک گناہ ہے۔ بِظُلْمٍ سے مراد قصد ہے۔ تاویل کی رو سے نہ ہونا ہے۔ اور معنی شرک کے، غیر اللہ کی عبادت کے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مطلب ہے کہ حرم میں اللہ کے حرام کئے ہوئے کام کو حلال سمجھ لینا جیسے گناہ، قتل، بے جا ظلم و ستم وغیرہ ایسے لوگ دردناک عذابوں کے سزاوار ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جو بھی یہاں برا کام کرے۔ یہ حرم شریف کی خصوصیت ہے کہ غیر وطنی لوگ جب کسی بد کام کا ارادہ بھی کر لیں تو بھی انہیں سزا ہوتی ہے چاہے عملاً اسے نہ کریں۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص عدن میں ہو اور حرم میں الحداد ظلم کا ارادہ رکھتا ہو تو بھی اللہ اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائے گا۔ حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس نے تو اس کو مرفوع بیان کیا تھا لیکن میں اسے مرفوع نہیں کرتا۔ اس کی اور سند بھی ہے جو صحیح ہے اور موقوف ہونا بہ نسبت مرفوع ہونے کے زیادہ ٹھیک ہے۔ عموماً قول

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کسی پر برائی کے صرف ارادے سے برائی نہیں لکھی جاتی۔ لیکن اگر دور دراز مثلاً عدن میں بیٹھ کر بھی یہاں کے کسی شخص کے قتل کا ارادہ کرے تو اللہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہاں یا نہیں کہنے پر یہاں قسمیں کھانا بھی الحاد میں داخل ہے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ اپنے خادم کو یہاں گالی دینا بھی الحاد میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے امیر شخص کا یہاں آ کر تجارت کرنا۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اتانج کا بیچنا۔ حبیب بن ابوثابت فرماتے ہیں گراں فروشی کے لئے اتانج کو یہاں روک رکھنا۔

ابن ابی حاتم میں بھی فرمان رسول ﷺ سے یہی منقول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عبد اللہ بن انہس کے بارے میں اتری ہے۔ اسے حضور ﷺ نے ایک مہاجر اور ایک انصار کے ساتھ بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ ہر ایک اپنے اپنے نسب نامے پر فخر کرنے لگا۔ اس نے غصے میں آ کر انصاری کو قتل کر دیا اور مکے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور دین اسلام چھوڑ بیٹھا تو مطلب یہ ہوگا کہ جو الحاد کے بعد مکہ کی پناہ لے۔ ان آثار سے گویہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کام الحاد میں سے ہیں لیکن حقیقتاً یہ ان سب سے زیادہ اہم بات ہے بلکہ اس سے بڑی چیز پر اس میں تنبیہ ہے۔ اسی لئے جب ہاتھی والوں نے بیت اللہ شریف کی خرابی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جنہوں نے ان پر کنکریاں پھینک کر ان کا بھس اڑا دیا اور وہ دوسروں کے لئے باعث عبرت بنادئے گئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک لشکر اس بیت اللہ کے غزوے کے ارادے سے آئے گا۔ جب وہ بیدا میں پہنچیں گے تو سب کے سب مع اول و آخر کے وھنسا دیئے جائیں گے الخ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں آپ یہاں الحاد کرنے سے بچیں۔ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ یہاں ایک قریشی الحاد کرے گا۔ اس کے گناہ اگر تمام جن و انس کے گناہوں سے تولے جائیں تو بھی بڑھ جائیں۔ دیکھو خیال رکھو۔ تم وہی نہ بن جانا (مسند احمد) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ نصیحت آپ نے انہیں حطیم میں بیٹھ کر کی تھی۔

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِ
شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۱﴾
وَادْخُلْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ
يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿۱۲﴾

جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا ○ لوگوں میں حج کی منادی کر دے۔ لوگ تیرے پاس پایادہ بھی آئیں گے اور بلبے پتلے اونٹوں پر بھی۔ دور دراز کی تمام راہوں سے آجائیں گے ○ مسجد حرام کی اولین بنیاد تو حید ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۲۷) یہاں مشرکین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھر جس کی بنیاد اول دن سے اللہ کی توحید پر رکھی گئی ہے تم نے اس میں شرک جاری کر دیا۔ اس گھر کے بانی خلیل اللہ علیہ السلام ہیں سب سے پہلے آپ نے ہی اسے بنایا۔ آنحضور ﷺ سے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ حضور ﷺ سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ فرمایا مسجد حرام میں نے کہا پھر؟ فرمایا بیت المقدس۔ میں نے کہا ان دونوں کے درمیان کس قدر مدت کا فاصلہ ہے؟ فرمایا چالیس سال کا۔ اللہ کا فرمان ہے إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُوَ آتِيتُوكَ - اور آیت میں ہے ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے وعدہ لیا کہ میرے گھر کو

پاک رکھنا الخ بیت اللہ شریف کی بناء کا کل ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمایا اسے صرف میرے نام پر بنا اور اسے پاک رکھ یعنی شرک وغیرہ سے اور اسے خاص کر دے ان کے لئے جو مودہ ہیں۔ طواف وہ عبادت ہے جو ساری زمین پر بجز بیت اللہ کے میسر ہی نہیں نہ جائز ہے۔ پھر طواف کے ساتھ نماز کو ملایا۔ قیام رکوع سجدے کا ذکر فرمایا۔ اس لئے کہ جس طرح طواف اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ نماز کا قبلہ بھی یہی ہے۔ ہاں اس حالت میں کہ انسان کو معلوم نہ ہو یا جہاد میں ہو یا سفر میں نفل نماز پڑھ رہا ہو تو بے شک قبلہ کی طرف منہ نہ ہونے کی حالت میں بھی نماز ہو جائے گی واللہ اعلم۔

اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ! میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر یا ابو قبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔ یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز بلند لبیک پکارا بہت سے سلف سے یہ منقول ہے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سوار یوں پر سوار بھی آئیں گے۔ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا باقی رہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔ اس لئے کہ فرمان الہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔ لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے باوجود کمال قدرت و قوت کے پایادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور ﷺ کی پوری اقتدا ہے۔ پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ فَاجْعَلْ أَفْنَدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ لَوْگوں کے دلوں کو الہی توان کی طرف متوجہ کر دے۔ آج دیکھ لو وہ کون سا مسلمان ہے جس کا دل کعبہ کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔ (اللہ ہمیں نصیب فرمائے)

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَةٍ
عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا
الْبَاسِ الْفَقِيرَ ۝

اپنے فائدے کے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس تم آپ بھی اسے کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھاؤ ○
دنیا اور آخرت کے فائدے: ☆☆ (آیت: ۲۸) دنیا اور آخرت کے فوائد حاصل کرنے کے لیے آئیں۔ اللہ کی رضا کے ساتھ ہی دنیاوی مفاہد تجارت وغیرہ کا بھی فائدہ اٹھائیں۔ جیسے فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ الخ موسم حج میں تجارت کرنا ممنوع نہیں۔ مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنا جان و مال راہ اللہ میں قربان کر دیا ہو (صحیح بخاری) میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت

میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور اللَّهُ أَكْبَرُ اور الْحَمْدُ لِلَّهِ بکثرت پڑھا کرو۔ انہی دس دنوں کی قسم وَلَيَالٍ عَشْرٍ کی آیت میں ہے۔ بعض سلف کہتے ہیں وَأَتَمُّنَهَا بِعَشْرِ سے بھی مراد یہی دن ہیں۔ ابوداؤد میں ہے حضور ﷺ ان دنوں میں روزے سے رہا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیریں پڑھنے لگتے۔ ان ہی دس دنوں میں عرفے کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گزشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ اس سے معاف ہو جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم شریف) ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرہ عید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں۔

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے یہ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ نماز روزہ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری عشرہ میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دس دن افضل ہیں کیونکہ انہی میں لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرا قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔ اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔

آیام مَعْلُومَات کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں۔ حضرت ابن عمر اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی مروی ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن۔ اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد کے تین دن۔ اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک صحیح ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری عَلٰی مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت اسلم زید بن سے مروی ہے کہ مراد یوم عرفہ یوم خمر اور ایام تشریق ہیں۔ بہیمۃ الانعام سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں۔ جیسے سورہ انعام کی آیت ثَلَاثِينَ اَزْوَاجٍ میں مفصل موجود ہے۔ پھر فرمایا اے خود کھاؤ اور محتاجوں کو کھلاؤ۔ اس سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ اکثر بزرگوں کا مذہب ہے کہ یہ رخصت ہے یا استحب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے جب قربانی کی تو حکم دیا کہ ہراونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا نکال کر پکالیا جائے۔ پھر آپ نے وہ گوشت کھایا اور شور پایا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اسے پسند کرتا ہوں کہ قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا کھالے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی۔ اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرک لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کو اس گوشت کے کھانے کی اجازت دی گئی۔ اب جو چاہے کھائے جو چاہے نہ کھائے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں کا

یہ حکم وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا کی طرح ہے یعنی جب تم احرام سے فارغ ہو جاؤ تو شکار کھلو۔ اور سورہ جمعہ میں فرمان ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوَةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں حکم ہے شکار کرنے کا اور زمین میں روزی تلاش کرنے کے لئے پھیل جانے کا لیکن یہ حکم وجوبی اور فرضی نہیں اسی طرح اپنی قربانی کے گوشت کو کھانے کا حکم بھی ضروری اور واجب نہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ خود قربانی کرنے والے کا دوسرا حصہ فقیر فقرا کا۔ بعض کہتے ہیں تین حصے کرنے چاہئیں۔ تہائی اپنا تہائی ہدیہ دینے کے لئے اور تہائی صدقہ کرنے کے لئے۔ پہلے قول والے اوپر کی آیت کی سند لاتے ہیں اور دوسرے قول والے آیت وَاَطْعِمُوْا الْفُقَاصِ وَالْمُعْتَرَّ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا پورا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الْبَائِسُ الْفَقِيْرُ سے مطلب وہ بے بس انسان ہے جو احتیاج ہونے پر بھی سوال سے بچتا ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو دست سوال دراز نہ کرتا ہو پیار ہو کم بینائی والا ہو۔

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُؤَفُّوا نُدُوْرَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ

الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾

پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف ادا کریں ○

احکام حج: ☆ ☆ (آیت: ۲۹) پھر وہ احرام کھول ڈالیں سرمنڈ والیں کپڑے پہن لیں ناخن کٹوا ڈالیں وغیرہ احکام حج پورے کر لیں۔ نذریں پوری کر لیں۔ حج کی قربانی کی اور جو ہو۔ پس جو شخص حج کے لئے نکلا اس کے ذمے طواف بیت اللہ طواف صفا و مردہ عرفات کے میدان میں جانا مزدلے کی حاضری شیطانوں کو نکر مارنا وغیرہ سب کچھ لازم ہے ان تمام احکام کو پورے کریں اور صحیح طور پر بجالائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں جو یوم النحر کو واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حج کا آخری کام طواف ہے۔ حضور ﷺ نے بھی کیا۔ جب آپ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف واپس آئے تو سب سے پہلے شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریں۔ پھر قربانی کی پھر سرمنڈوایا پھر لوٹ کر بیت اللہ آ کر طواف بیت اللہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیحین میں مروی ہے کہ لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام طواف بیت اللہ ہو۔ ہاں البتہ حائضہ عورتوں کو رعایت کر دی گئی ہے۔ بیت العتیق کے لفظ سے استدلال کر کے فرمایا گیا ہے کہ طواف کرنے والے کو حطیم بھی اپنے طواف کے اندر لے لینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بھی اصل بیت اللہ شریف میں سے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بناء میں یہ داخل تھا۔ گو قریش نے نیا بناتے وقت اسے باہر چھوڑ دیا لیکن اس کی وجہ بھی خرچ کی کمی تھی نہ کہ اور کچھ۔ اس لئے حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا اور فرما بھی دیا کہ حطیم بیت اللہ شریف میں داخل ہے۔ اور آپ نے دونوں شامی رکنوں کو ہاتھ نہیں لگایا نہ بوسہ دیا کیونکہ وہ بناء ابراہیم کے مطابق پورے نہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے حطیم کے پیچھے سے طواف کیا۔ پہلے اسی طرح کی عمارت تھی کہ یہ اندر تھا۔ اسی لئے اسے پرانا گھر کہا گیا۔ یہی سب سے پہلا بیت اللہ ہے اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طوفانِ نوح میں سلامت رہا۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ کوئی سرکش اس پر غالب نہیں آ سکا۔ یہ ان سب کی دستبرد سے آزاد ہے۔ جس نے بھی اس سے برا قصد کیا وہ تباہ ہوا۔ اللہ نے اسے سرکشوں کے تسلط سے آزاد کر لیا ہے۔ ترمذی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی ہے جو حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے مرسل بھی مروی ہے۔

ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ
وَأَحَلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا مَا يُشَلَّىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۚ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ
مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ
الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٢١﴾

یہ ہے اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے ہیں بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں۔ پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ○ اللہ کی توحید کو ماننے ہوئے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے سنا اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا تو گویا آسمان سے گر پڑا۔ اب اسے یا تو پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی ○

بت پرستی کی گندگی سے دور رہو: ☆ ☆ (آیت: ۳۰-۳۱) فرماتا ہے یہ تو تھے احکام حج اور ان پر جو جزا ملتی ہے اس کا بیان۔ اب اور سنو۔ جو شخص حرمت الہی کی عزت کرے یعنی گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچنے ان کے کرنے سے اپنے تئیں روکے اور ان سے بھاگا رہے اس کے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ جس طرح نیکیوں کے کرنے پر اجر ہے اسی طرح برائیوں کے چھوڑنے پر بھی ثواب ہے۔ مکہ حج عمرہ بھی حرمت الہی ہیں۔ تمہارے لئے چوپائے سب حلال ہیں ہاں جو حرام تھے وہ تمہارے سامنے بیان ہو چکے ہیں۔ یہ جو مشرکوں نے بحیرہ سائبہ و صیلہ اور حرام نام رکھ چھوڑے ہیں یہ اللہ نے نہیں بتلائے۔ اللہ کو جو حرام کرنا تھا بیان فرما چکا جیسے مردار جانور بوقت ذبح، بہا ہوا خون، سور کا گوشت، اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا ہوا، گلا گھٹا ہوا وغیرہ۔ تمہیں چاہئے کہ بت پرستی کی گندگی سے دور ہو۔ ”من“ یہاں پر بیان جنس کے لئے ہے اور جھوٹی بات سے بچو۔ اس آیت میں شرک کے ساتھ جھوٹ کو ملا دیا جیسے آیت قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ أَرْخَ یعنی میرے رب نے گندے کاموں کو حرام کر دیا خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ۔ اور گناہ کو اور سرکشی کو اور بے علمی کے ساتھ اللہ پر باتیں بنانے کو۔ اسی میں جھوٹی گواہی بھی داخل ہے۔ صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بڑا کبیرہ گناہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے کہا ارشاد ہو فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، پھر نیکی سے الگ ہٹ کر فرمایا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی شہادت دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ اب نہ فرماتے۔ مسند احمد میں حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں کھڑے ہو کر تین بار فرمایا، جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا فقرہ تلاوت فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان بھی مروی ہے اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تمام لو بطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے۔ پس یا تو اسے پرندہ ہی اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھ میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور وہیں سے وہ پھینک دی جاتی ہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ سورہ ابراہیم میں گزر چکی ہے۔ سورہ انعام میں ان مشرکوں کی ایک اور مثال بیان فرمائی ہے۔ یہ اس کی مثل کے ہے جسے شیطان باؤلا بنا دے الخ۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَابِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ ﴿۲۱﴾

یہ سن لیا اور سنو اللہ کی نشانیوں کی جو عزت و حرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے ○

قربانی کے جانور اور حجاج: ☆ ☆ (آیت: ۳۲-۳۳) اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں، حرمت و عزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام الہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی قربانی کے جانوروں کو قربہ اور عمدہ کرنا۔ ابو امامہ بن سہل کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں قربہ اور عمدہ کرتے تھے۔ تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا (بخاری شریف) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دوسیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ (مسند احمد ابن ماجہ) پس اگر چار اور رنگت کے جانور بھی جائز ہیں لیکن سفید رنگ کے جانور افضل ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے چت کبرے بڑے بڑے سیگوں والے اپنی قربانی میں ذبح کئے۔ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک مینڈھا بڑا سینگ والا چت کبرا ذبح کیا جس کے منہ پر آنکھوں کے پاس اور پیروں پر سیاہ رنگ تھا۔ (سنن) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے دو مینڈھے بہت موٹے تازے، چکنے، چت کبرے، خسی ذبح کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم قربانی کے لئے جانور خریدتے وقت اس کی آنکھوں کو اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا کریں۔ اور آگے سے کئے ہوئے کان والے پیچھے سے کئے ہوئے کان والے لہبائی میں چرے ہوئے کان والے یا سوراخ دار کان والے کی قربانی نہ کریں (احمد اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ نے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کئے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کہ آدھا یا آدھے سے زیادہ کان یا سینگ نہ ہو۔ بعض اہل لغت کہتے ہیں اگر اوپر سے کسی جانور کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے عربی میں قصما کہتے ہیں اور جب نیچے کا حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو اسے غضب کہتے ہیں۔ اور حدیث میں لفظ غضب ہے۔ اور کان کا کچھ حصہ کٹ گیا ہو تو اسے بھی عربی میں غضب کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسے جانور کی قربانی گوجائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔ امام احمد فرماتے ہیں جائز نہیں۔ (بہ ظاہر یہی قول مطابق حدیث ہے) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر سینگ سے خون جاری ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے واللہ اعلم۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ چار قسم کے عیب دار جانور قربانی میں جائز نہیں کا نا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو اور وہ بیمار جانور جس کی بیماری کھلی ہوئی ہو اور وہ لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ دبلا پتلا مریل جانور جو گودے بغیر کا ہو گیا ہو۔ (احمد و اہل سنن) اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحیح کہتے ہیں۔ یہ عیوب وہ ہیں جن سے جانور گھٹ جاتا ہے۔ اس کا گوشت ناقص ہو جاتا ہے اور بکریاں حرقی چلتی رہتی ہیں اور یہ بوجہ اپنی کمزوری کے چارہ پورا نہیں پاتا۔ اسی لئے اسی حدیث کے مطابق امام شافعی وغیرہ کے نزدیک اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں بیمار جانور کے بارے میں جس کی بیماری خطرناک درجے کی نہ ہو بہت کم ہوا امام صاحب کے دونوں قول ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا بالکل سینگ کٹے جانور، سینگ ٹوٹے جانور اور کانے جانور سے اور بالکل کمزور جانور سے جو ہمیشہ ہی ریوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہو بوجہ کمزوری کے یا بوجہ زیادہ عمر ہو جانے کے اور لنگڑے جانور سے، پس ان کل عیوب والے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں اگر قربانی کے لئے صحیح سالم بے عیب جانور مقرر کر دینے کے بعد اتفاقاً اس میں کوئی ایسی بات آجائے مثلاً لولا لنگڑا وغیرہ ہو جائے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے خلاف ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے قربانی کے لئے

جانور خرید اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی ران کا بونا توڑ لیا۔ میں نے حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: تم اسی جانور کی قربانی کر سکتے ہو۔ پس خریدتے وقت جانور کا فربہ ہونا، تیار ہونا، بے عیب ہونا چاہئے جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ آنکھ کان دیکھ لیا کرو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نہایت عمدہ اونٹ قربانی کے لئے نامزد کیا۔ لوگوں نے اس کی قیمت تین سو اشرفی لگائی تو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے بیچ دوں اور اس کی قیمت سے اور جانور بہت سے خرید لوں اور انہیں راہ اللہ قربان کروں آپ نے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ اسی کو فی سبیل اللہ ذبح کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے اونٹ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ محمد بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سرمزدانا اور قربانی کے اونٹ یہ سب شعائر اللہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ان سب سے بڑھ کر بیت اللہ شریف ہے۔

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ الْحَتِيقِ ۝

ان میں تمہارے لئے ایک مقرر وقت تک کا فائدہ ہے۔ پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے ○

(آیت: ۳۳) پھر فرماتا ہے: ان جانوروں کے بالوں میں اون میں تمہارے لئے فوائد ہیں، ان پر تم سوار ہوتے ہو، ان کی کھالیں تمہارے لئے کارآمد ہیں، یہ سب ایک مقررہ وقت تک یعنی جب تک اسے راہ اللہ نامزد نہیں کیا۔ ان کا دودھ پیو، ان سے نسلیں حاصل کرو، جب قربانی کے لئے مقرر کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ اور بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری کی اجازت ہے۔ صحیحین میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا حضور ﷺ میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے: جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے۔ پھر بھی اگر بچہ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے بچے کو دونوں کو بنام الہی ذبح کر دے۔ پھر فرماتا ہے: ان کی قربان گاہ بیت اللہ شریف ہے۔ جیسے فرمان ہے: هَذَا بِلَاحِ الْكُعْبَةِ اور آیت میں وَالْهَدْيُ مَعْكُوفاً أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ بیت العتیق کے معنی اس سے پہلے ابھی ابھی بیان ہو چکے ہیں فالحمد للہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بیت اللہ کا طواف کرنے والا احرام سے حلال ہو جاتا ہے۔ دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا
رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَالْهَكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ
أَسْلَمُوا ۖ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحَلَّتْ
قُلُوبُهُمْ ۖ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمُ ۖ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

ہر ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کے طریقے مقرر فرمائے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر نام اللہ لیں جو اللہ نے انہیں دے رکھے ہیں، سمجھ لو کہ تم سب کا معبود

برحق صرف ایک ہی ہے۔ تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ! اے نبی عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دے! ○ انہیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے ان کے دل تھرا جاتے ہیں۔ انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں ○

قربانی ہر امت پر فرض قرار دی گئی: ☆ ☆ (آیت: ۳۴-۳۵) فرمان ہے کہ کل امتوں میں ہر مذہب میں ہر گروہ کو ہم نے قربانی کا حکم دیا تھا۔ ان کے لئے ایک دن عید کا مقرر تھا۔ وہ بھی اللہ کے نام ذبح کرتے تھے۔ سب کے سب کے شریف میں اپنی قربانیاں بھیجتے تھے۔ تا کہ قربانی کے چوپائے جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام ذکر کریں۔ حضور علیہ السلام کے پاس بھی دو مینڈھے چت کبرے بڑے سینگوں والے لائے گئے۔ آپ نے انہیں لٹا کر ان کی گردن پر پاؤں رکھ کر بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا۔

مسند احمد میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا، تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت، پوچھا ہمیں اس میں کیا ملتا ہے؟ فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ دریافت کیا اور ”اون“ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا، ان کے ہر روئیں کے بدلے ایک نیکی۔ اسے امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی لائے ہیں۔ تم سب کا اللہ ایک ہے گو شریعت کے بعض احکام اول بدل ہوتے رہے لیکن توحید میں اللہ کی یگانگت میں کسی رسول کو کسی نیک امت کو اختلاف نہیں ہوا۔ سب اللہ کی توحید اسی کی عبادت کی طرف تمام جہان کو بلاتے رہے۔ سب پر اول وحی یہی نازل ہوتی رہی۔ پس تم سب اس کی طرف جھک جاؤ! اس کے ہو کر رہو! اس کے احکام کی پابندی کرو! اس کی اطاعت میں استحکام کرو۔ جو لوگ مطمئن ہیں جو متواضع ہیں جو تقویٰ والے ہیں جو ظلم سے بیزار ہیں، مظلومی کی حالت میں بدلہ لینے کے خواہش نہیں، مرضی مولا رضائے رب پر راضی ہیں، انہیں خوشخبریاں سنا دیں وہ مبارک باد کے قابل ہیں۔ جو ذکر اللہ سنتے ہیں، دل نرم اور خوف الہی سے پر کر کے رب کی طرف جھک جاتے ہیں، کنھن کاموں پر صبر کرتے ہیں، مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واللہ اگر تم نے صبر و برداشت کی عادت نہ ڈالی تو تم برباد کر دیئے جاؤ گے۔ وَالْمُقِیْمِی کی قرأت اضافت کے ساتھ تو جہوہ کہے۔ لیکن ابن مسیف نے وَالْمُقِیْمِی پڑھا ہے اور الصَّلٰوۃ کا زبر پڑھا ہے۔ امام حسن نے پڑھا تو ہے نون کے حذف اور اضافت کے ساتھ لیکن الصَّلٰوۃ کا زبر پڑھا ہے اور فرماتے ہیں کہ نون کا حذف یہاں پر بوجہ تخفیف کے ہے کیونکہ اگر بوجہ اضافت مانا جائے تو اس کا زیر لازم ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ قرب کے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ فریضہ الہی کے پابند ہیں اور اللہ کا حق ادا کرنے والے ہیں اور اللہ کا دیا ہوا دیتے رہتے ہیں۔ اپنے گھرانے کے لوگوں کو، فقیروں محتاجوں کو اور تمام مخلوق کو جو بھی ضرورت مند ہوں، سب کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں۔ اللہ کی حدود کی حفاظت کرتے ہیں۔ منافقوں کی طرح نہیں کہ ایک کام کریں تو ایک کو چھوڑیں۔ سورہ براءۃ میں بھی یہی صفتیں بیان فرمائی ہیں اور وہیں پوری تفسیر بھی مجھ اللہ ہم کر آئے ہیں۔

وَالْبَدَنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا
وَأَطِيعُوا الْقَانِعَ ۚ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝

قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر دیئے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے۔ پس انہیں کھانا نام اللہ پڑھ کر نحر کرؤ پھر جب ان کے پہلو زین

سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے جو پایوں کو تمہارا ماتحت کر رکھا ہے کہ تم شکر گزار کی کرو

شعائر اللہ کیا ہیں؟ ☆ ☆ (آیت: ۳۶) یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جانور پیدا کئے اور انہیں اپنے نام پر قربان کرنے اور اپنے گھر بطور قربانی کے پہنچانے کا حکم فرمایا اور انہیں شعائر اللہ قرار دیا اور حکم فرمایا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ اَلْحُ، نہ تو اللہ کی ان عظمت والے نشانات کی بے ادبی کرو نہ حرمت والے مہینوں کی گستاخی کرو۔ لہذا ہر اونٹ، گائے جو قربانی کے لئے مقرر کر دیا جائے وہ بدن میں داخل ہے۔ گو بعض لوگوں نے صرف اونٹ کو ہی بدن کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اونٹ تو ہے ہی، گائے بھی اس میں شامل ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس طرح اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے قربان ہو سکتا ہے اسی طرح گائے بھی۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اونٹ میں سات شریک ہو جائیں اور گائے میں بھی سات آدمی شرکت کر لیں۔ امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ تو فرماتے ہیں ان دونوں جانوروں میں دس دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ مسند احمد اور سنن نسائی میں ایسی حدیث بھی آئی ہے واللہ اعلم۔

پھر فرمایا ان جانوروں میں تمہارا اخروی نفع ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں بقرہ عید والے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو (ابن ماجہ ترمذی)۔ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ تو قرض اٹھا کر بھی قربانی کیا کرتے تھے اور لوگوں کے دریافت کرنے پر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں تمہارا بھلا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں! کسی خرچ کا فضل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت اس خرچ کے جو بقرہ عید والے دن کی قربانی پر کیا جائے ہرگز افضل نہیں۔ (دارقطنی) پس اللہ فرماتا ہے تمہارے لئے ان جانوروں میں ثواب ہے، نفع ہے ضرورت کے وقت دودھ پی سکتے ہو، سوار ہو سکتے ہو۔ پر ان کی قربانی کے وقت اپنا نام پڑھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عید الاضحیٰ کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی نماز سے فراغت پاتے ہی آپ کے سامنے مینڈھ حالایا گیا جسے آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کیا پھر کہا الہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں سے جو قربانی نہ کر سکے اس کی طرف سے ہے (احمد داؤد ترمذی) فرماتے ہیں عید والے دن آپ کے پاس دو مینڈھ لائے گئے انہیں قبلہ رخ کر کے آپ نے وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اِنَّ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهِ پڑھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کروا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے موقع پر رسول اللہ ﷺ دو مینڈھ موٹے تازے تیار عمدہ بڑے سینگوں والے چت کبرے خریدتے، جب نماز پڑھ کر خطبے سے فراغت پاتے، ایک جانور آپ کے پاس لایا جاتا، آپ وہیں عید گاہ میں ہی خود اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ یہ میری ساری امت کی طرف سے ہے جو بھی توحید و سنت کا گواہ ہے پھر دوسرا جانور حاضر کیا جاتا جسے ذبح کر کے فرماتے یہ محمد ﷺ اور آل محمد کی طرف سے ہے پھر دونوں کا گوشت مسکینوں کو بھی دیتے اور آپ اور آپ کے گھر والے بھی کھاتے۔ (احمد ابن ماجہ)

صَوَافِتْ کے معنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹ کو تین بیروں پر کھڑا کر کے اس کا بایاں ہاتھ باندھ کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ

اَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پڑھ کر اسے نحر کرنے کے لئے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے اونٹ کو قربان کرنے کے لئے بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا، اسے کھڑا کر دے اور اس کا پیر باندھ کر اسے نحر کر یہی سنت ہے ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے ہی نحر کرتے تھے (ابوداؤد) حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن عبد الملک سے فرمایا تھا کہ بائیں طرف سے نحر کیا کرو۔ حجتہ الوداع کا بیان کرتے ہوئے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کئے آپ کے ہاتھ میں حربہ تھا جس سے آپ زخمی کر رہے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں صوافن ہے یعنی کھڑے کر کے پاؤں باندھ کر۔ صواف کے معنی خالص کے بھی کئے گئے ہیں یعنی جس طرح جاہلیت کے زمانے میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے صرف اللہ واحد کے نام پر ہی قربانیاں کرو۔ پھر جب یہ زمین پر گر پڑیں یعنی نحر ہو جائیں ٹھنڈے پڑ جائیں تو خود کھاؤ اور لوں کو بھی کھلاؤ نیزہ تھے تم نہ کرو مارتے ہی گلے کاٹنے شروع نہ کرو جب تک روح نہ نکل جائے اور ٹھنڈا نہ پڑ جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ روحوں کے نکالنے میں جلدی نہ کرو۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سلوک کرنا لکھ دیا ہے دشمنوں کو میدان جنگ میں قتل کرتے وقت بھی نیک سلوک رکھو اور جانوروں کو ذبح کرتے وقت بھی اچھی طرح سے زری کے ساتھ ذبح کر ڈھیری تیز کر لیا کرو اور جانور کو تکلیف نہ دیا کرو۔ فرمان ہے کہ جانور میں جب تک جان ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حرام ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

پھر فرمایا! اسے خود کھاؤ۔ بعض سلف تو فرماتے ہیں یہ کھانا مباح ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مستحب ہے اور لوگ کہتے ہیں واجب ہے۔ اور مسکینوں کو بھی دو۔ خواہ وہ گھروں میں بیٹھے والے ہوں خواہ در بدر سوال کرنے والے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ قانع تو وہ ہے جو صبر سے گھر میں بیٹھا رہے اور معتد وہ ہے جو ادھر ادھر آئے جائے لیکن سوال نہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع وہ ہے جو صرف سوال پر بس کرے اور معتد وہ ہے جو سوال تو نہ کرے لیکن اپنی عاجزی و مسکینی کا اظہار کرے۔ یہ بھی مردی ہے کہ قانع وہ ہے جو مسکین ہو۔ آنے جانے والا اور معتد سے مراد دوست اور ناتواں لوگ اور وہ پڑوسی جو گو مالدار ہوں لیکن تمہارے ہاں جو آئے جائے اسے وہ دیکھتے ہوں۔ وہ بھی ہیں جو طمع رکھتے ہوں اور وہ بھی جو امیر فقیر موجود ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قانع سے مراد اہل مکہ ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ قانع سے مراد تو سائل ہے کیونکہ وہ اپنا ہاتھ سوال کے لئے دراز کرتا ہے اور معتد سے مراد وہ جو ہیرے پھیرے کرے کہ کچھ مل جائے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنے چاہئیں تہائی اپنے کھانے کو، تہائی دوستوں کے دینے کو، تہائی صدقہ کرنے کو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو جمع کر رکھنے سے منع فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ تک نہ روکا جائے اب میں اجازت دیتا ہوں کہ کھاؤ جمع کرو جس طرح چاہو۔ اور روایت میں ہے کہ کھاؤ جمع کرو اور صدقہ کرو۔ اور روایت میں ہے کھاؤ اور کھلاؤ اور راہ اللہ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی کرنے والا آدھا گوشت آپ کھائے اور باقی آدھا صدقہ کر دے کیونکہ قرآن نے فرمایا ہے، خود کھاؤ اور محتاج فقیر کو کھلاؤ اور حدیث میں بھی ہے کہ کھاؤ جمع ذخیرہ کرو اور راہ اللہ دو۔ اب جو شخص اپنی قربانی کا سارا گوشت خود ہی کھا جائے تو ایک قول یہ بھی ہے کہ اس پر کچھ حرج نہیں۔ بعض کہتے ہیں اسی پر ویسی ہی قربانی یا اس کی قیمت کی ادائیگی ہے بعض کہتے ہیں آدمی قیمت دے۔ بعض آدھا گوشت، بعض کہتے ہیں اس کے اجزا میں سے چھوٹے سے چھوٹے جز کی قیمت اس کے ذمے ہے باقی معاف ہے۔ کھال کے بارے میں مسند احمد میں حدیث ہے کہ کھاؤ اور فی اللہ دو اور اس کے چمڑوں سے فائدہ اٹھاؤ لیکن انہیں بیچو نہیں۔ بعض علماء نے بیچنے کی رخصت دی ہے۔ بعض کہتے ہیں غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ (مسئلہ)

براء بن عازب کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے ہمیں اس دن نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر لوٹ کر قربانیاں کرنی چاہئیں جو ایسا کرے اس نے سنت کی ادائیگی کی۔ اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس نے گویا اپنے والوں کے لئے گوشت جمع کر لیا اسے قربانی سے کوئی لگاؤ نہیں (بخاری و مسلم) اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ قربانی کا اول وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج نکل آئے اور اتنا وقت گزر جائے کہ نماز ہو لے اور دو خطبے ہو لیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے بعد کا اتنا وقت بھی کہ امام ذبح کر لے۔ کیونکہ صحیح مسلم میں ہے امام جب تک قربانی نہ کرے تم قربانی نہ کرو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو گاؤں والوں پر عید کی نماز ہی نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طلوع فجر کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں ہاں شہری لوگ جب تک امام نماز سے فارغ نہ ہوئے قربانی نہ کریں واللہ اعلم۔

پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف عید والے دن ہی قربانی کرنا مشروع ہے اور قول ہے کہ شہر والوں کے لئے تو یہی ہے کیونکہ یہاں قربانیاں آسانی سے مل جاتی ہیں لیکن گاؤں والوں کے لئے عید کا دن اور اس کے بعد کے ایام تشریق۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دسویں اور گیارہویں تاریخ سب کے لئے قربانی کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کے بعد کے دو دن اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن جو ایام تشریق کے ہیں۔ امام شافعی کا مذہب یہی ہے کیونکہ حضرت جبیر بن معتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایام تشریق سب قربانی کے ہیں (احمد ابن حبان) کہا گیا ہے کہ قربانی کے دن ذی الحجہ کے خاتمہ تک ہیں لیکن یہ قول غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی وجہ سے ہم نے ان جانوروں کو تمہارا فرماں بردار اور زیر اثر کر دیا ہے کہ جب تم چاہو سواری لو جب چاہو دودھ نکال لو جب چاہو ذبح کر کے گوشت کھاؤ۔ جیسے سورہ بئین میں اَلَمْ يَرَوْا سَآءَ مَا يَشْكُرُونَ تک بیان ہوا ہے۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور ناشکری ناقدری نہ کرو۔

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ
مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچنے نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے اسی طرح اللہ نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکرے میں اس کی برائیاں بیان کرو نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دے ○

قربانی پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو: ☆☆ (آیت: ۳۷) ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے۔ اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت و خون سے الہام کوئی نفع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔ جاہلیت کی بیوقوفیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑکتے مسلمان ہو کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے۔ اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ خیرات صدقہ سائل کے ہاتھ میں پڑے اس سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے قربانی

کے جانور کے خون کا قطرہ زمین پر ٹپکے اس سے پہلے اللہ کے ہاں پہنچ جاتا ہے اس کا بھی مطلب یہی ہے کہ خون کا قطرہ الگ ہوتے ہی قربانی مقبول ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔

عامر شعمیؓ سے قربانی کی کھالوں کی نسبت پوچھا گیا تو فرمایا اللہ کو گوشت و خون نہیں پہنچتا اگر چاہو بیچ دو اگر چاہو خود کھلو اگر چاہو راہ اللہ دے دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارے قبضے میں دیا ہے کہ تم اللہ کے دین اور اس کی شریعت کی راہ پا کر اس کی مرضی کے کام کرو اور تا مرضی کے کاموں سے رک جاؤ اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرو۔ جو لوگ نیک کار ہیں حدود اللہ کے پابند ہیں شریعت کے عامل ہیں رسولوں کی صداقت تسلیم کرتے ہیں وہ مستحق مبارکباد اور لائق خوشخبری ہیں۔

(مسئلہ) امام ابوحنیفہؒ مالکؒ ثوریؒ کا قول ہے کہ جس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنا مال ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط بھی ہے کہ وہ اپنے گھر میں مقیم ہو۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جسے وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ اس روایت میں غرابت ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسے منکر بتاتے ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ برابر دس سال تک ہر سال قربانی کرتے رہے (ترمذی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ قربانی واجب و فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی فرضیت نہیں۔ یہ بھی روایت پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام امت کی طرف سے قربانی کی۔ پس وجوب ساقط ہو گیا۔ حضرت ابو شریحہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ یہ دونوں بزرگ قربانی نہیں کرتے تھے اس ڈر سے کہ لوگ ان کی اقتدا کریں گے۔ بعض لوگ کہتے ہیں قربانی سنت کفایہ ہے جب کہ محلے میں سے یا گلی میں سے یا گھر میں سے کسی ایک نے کر لی باقی سب نے ایسا نہ کیا۔ اس لئے کہ مقصود صرف شعار کا ظاہر کرنا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں فرمایا ہر گھروالوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ ہے جانتے ہو عتیرہ کیا ہے؟ وہی جسے تم رجحیہ کہتے ہو۔ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ حضرت ابویوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے پورے گھر کی طرف سے ایک بکری راہ اللہ ذبح کر دیا کرتے تھے اور خود بھی کھاتے اور دلوں کو بھی کھلاتے۔ پھر لوگوں نے اس میں وہ کر لیا جو تم دیکھ رہے ہو۔ (ترمذی ابن ماجہ) حضرت عبد اللہ بن ہشام اپنی اور اپنے تمام گھروالوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

اب قربانی کے جانور کی عمر کا بیان ملاحظہ ہو۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں نہ ذبح کرو مگر مسنہ بجز اس صورت کے کہ وہ تم پر بھاری پڑ جائے تو پھر بھیڑ کا بچہ بھی چھ ماہ کا ذبح کر سکتے ہو۔ زہری تو کہتے ہیں کہ جزء یعنی چھ ماہ کا کوئی جانور قربانی میں کام ہی نہیں آ سکتا اور اس کے بالمقابل اوزاعی کا مذہب ہے کہ ہر جانور کا جزء کافی ہے لیکن یہ دونوں قول افراط و تفریط والے ہیں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ گائے بکری تو وہ جائز ہے جو نسی ہو اور بھیڑ کا چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ اونٹ تو نسی ہوتا ہے جب پانچ سال پورے کر کے چھنے میں لگ جائے اور گائے جب دو سال پورے کر کے تیسرے میں لگ جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین گز ار کر چوتھے میں لگ گئی ہو اور بکری کا نسی وہ ہے جو دو سال گز ار چکا ہو اور جزء کہتے ہیں اسے جو سال بھر کا ہو گیا ہو۔ اور کہا گیا ہے جو دس ماہ کا ہو۔ ایک قول ہے جو آٹھ ماہ کا ہو۔ ایک قول ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ اس سے کم مدت کا کوئی قول نہیں اس سے کم عمر والے کو صل کہتے ہیں۔ جب تک کہ اس کی پیٹھ پر بال کھڑے ہوں اور بال

لیٹ جائیں اور دونوں جانب جھک جائیں تو اسے جذع کہا جاتا ہے واللہ اعلم۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ
كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ ۝ أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا
وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝

سن رکھو یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دے گا، کوئی خیانت کرنے والا ناشکر اللہ کو ہرگز پسند نہیں ○ جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے ○

(آیت: ۳۸) اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے کہ جو اس کے بندے اس پر بھروسہ رکھیں اس کی طرف جھکتے رہیں انہیں وہ اپنی امان نصیب فرماتا ہے۔ شریروں کی برائیاں دشمنوں کی بدیاں خود ہی ان سے دور کر دیتا ہے۔ اپنی مدد ان پر نازل فرماتا ہے اپنی حفاظت میں انہیں رکھتا ہے۔ جیسے فرمان ہے اَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ یعنی کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ الخ جو اللہ پر بھروسہ رکھے اللہ آپ اسے کافی ہے الخ دعا باز اور ناشکرے اللہ کی محبت سے محروم ہیں۔ اپنے عہد و پیمان پورے نہ کرنے والے اللہ کی نعمتوں کے منکر اللہ کے پیار سے دور ہیں۔

حکم جہاد صادر ہوا: ☆ ☆ (آیت: ۳۹) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینے سے بھی نکالے جانے لگے اور کفار کے سے چڑھ دوڑے تب جہاد کی اجازت کی یہ آیت اتری۔ بہت سے سلف سے منقول ہے کہ جہاد کی یہ پہلی آیت ہے جو قرآن میں اتری۔ اسی سے بعض بزرگوں نے استدلال کیا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ شریف سے ہجرت کی ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے نکلا کہ افسوس ان کفار نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کو وطن سے نکالا۔ یقیناً یہ تباہ ہوں گے۔ پھر یہ آیت اتری تو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان لیا کہ جنگ ہو کر رہے گی۔ اللہ اپنے مومن بندوں کی مدد پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو بے لڑے بھڑے انہیں غالب کر دے لیکن وہ آزمانا چاہتا ہے اسی لئے حکم دیا کہ ان کفار کی گردنیں مارو الخ۔ اور آیت میں ہے فرمایا قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ الخ ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے مار دے گا اور رسوا کرے گا اور ان پر تمہیں غالب کرے گا اور مومنوں کے حوصلے نکالنے کا موقع دے گا کہ ان کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں۔ ساتھ ہی جسے چاہے گا توفیق تو بدے گا۔ اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور آیت میں ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ الخ یعنی کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ اب تک تو وہ کھل کر سامنے نہیں آئے جو مجاہد ہیں اللہ رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی اور یگانگت نہیں کرتے، سمجھ لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک مجاہدین اور صابریں دوسروں سے ممتاز نہیں ہوئے۔ اور آیت میں فرمایا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَخْبَارَكُمْ ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے یہاں تک کہ تم میں سے غازی اور صبر کرنے والے ہمارے سامنے نمایاں ہو جائیں۔ اس بارے میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ان کی امداد پر قادر ہے۔ اور یہی ہوا بھی کہ اللہ نے اپنے لشکر کو دنیا پر غالب کر دیا۔ جہاد کو شریعت نے جس وقت شروع فرمایا وہ وقت بھی اس کے لئے بالکل مناسب اور نہایت ٹھیک تھا۔

لَا هُمْ لَوْ لَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
إِنِ الْأُولَىٰ قَدْ بَغَوْنَا
وَبَيَّتِ الْأَقْدَامَ إِن لَّا قَيْنَا
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَيْنَا

خود رسول اللہ ﷺ بھی ان کی موافقت میں تھے اور قافیہ کا آخری حرف آپ بھی ان کے ساتھ ادا کرتے اور کہتے ہوئے خوب بلند آواز کرتے۔ پھر فرماتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ایک کا علاج دوسرے سے نہ کرتا، اگر ہر سیر پر سوا سیر نہ ہوتا تو زمین میں شرفسادج جاتا۔ ہر قوی ہر کمزور کو نگل جاتا۔ عیسائی عابدوں کے چھوٹے عبادت خانوں کو صوامع کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ صابی مذہب کے لوگوں کے عبادت خانوں کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں مجوسیوں کے آتش کدوں کو صوامع کہتے ہیں۔ مقابل کہتے ہیں یہ وہ گھر ہیں جو راستوں پر ہوتے ہیں۔ بیع ان سے بڑے مکانات ہوتے ہیں یہ بھی نصرانیوں کے عابدوں کے عبادت خانے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ یہودیوں کے کیسیا ہیں۔ صلوات کے بھی ایک معنی تو یہی کئے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں، مراد گر جائیں۔ بعض کا قول ہے، صابی لوگوں کا عبادت خانہ۔ راستوں پر جو عبادت کے گھر اہل کتاب کے ہوں، انہیں صلوات کہا جاتا ہے اور مسلمانوں کے ہوں انہیں مساجد۔ فیہا کی ضمیر کا مرجع مساجد ہے اس لئے کہ سب سے پہلے یہی لفظ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ سب جگہیں ہیں یعنی تارک الدنیا لوگوں کے صوامع، نصرانیوں کے بیع، یہودیوں کے صلوات اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں نام اللہ خوب لیا جاتا ہے۔

بعض علماء کا بیان ہے کہ اس آیت میں اقل سے اکثر کی طرف کی ترقی کی صنعت رکھی گئی ہے۔ پس سب سے زیادہ آباد سب سے بڑا عبادت گھر جہاں کے عابدوں کا قصد صحیح، نیت نیک، عمل صالح ہے وہ مسجدیں ہیں۔ پھر فرمایا اللہ اپنے دین کے مددگاروں کا خود مددگار ہے۔ جیسے فرمان ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ اَللّٰهُ، یعنی اگر اے مسلمانو! تم اللہ کے دین کی امداد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدمی عطا فرمائے گا، کفار پر انفسوس ہے اور ان کے اعمال غارت ہیں۔ پھر اپنے دو وصف بیان فرمائے، قوی ہونا کہ ساری مخلوق کو پیدا کر دیا عزت والا ہونا کہ سب اس کے ماتحت۔ ہر ایک اس کے سامنے ذلیل و پست، سب اس کی مدد کے محتاج۔ وہ سب سے بے نیاز جسے وہ مدد دے وہ غالب، جس پر سے اس کی مدد ہٹ جائے وہ مغلوب۔ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ اَللّٰهُ، یعنی ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے رسولوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کی یقینی طور پر مدد کی جائے گی اور یہ کہ ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اور آیت میں ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَآغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِي اَللّٰهُ کہہ چکا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت و عزت والا ہے۔

**الَّذِينَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝۱۷**

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں ادا کریں اور زکوٰۃ میں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے ○

پابندی احکامات کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۴۱) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے۔ پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی۔ ہم نے نماز و روزہ کی پابندی کی، بھلے احکام دیئے اور برائی سے روکنا جاری کیا۔ پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مراد اس سے اصحاب رسول ہیں۔ خلیفہ رسول حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا، اس میں صرف بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الہی تم سے برابر لئے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے

اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراطِ مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ عطیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی آیت کا مضمون آیت وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيهَا - کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ ہے۔ عمدہ نتیجہ پر ہیزگاروں کا ہوگا۔ ہر نیکی کا بدلہ اسی کے ہاں ہے۔

وَإِنْ يَكْذِبُونَكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ
وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۚ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ مُوسَى
فَأَمَلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۚ
فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ
عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْسَ مَعْطَلَةٌ وَاقْصِرْ مَشِيدِ ۚ

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور مدین والے بھی اپنے اپنے نبیوں کو جھٹلا چکے ہیں موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں تو میں نے کافروں کو یوں ہی مہلت دی۔ پھر انہیں دھردیا یا پھر میرا عذاب کیسا ہوا؟ بہت سی بستیوں ہیں جنہیں ہم نے تہہ وبالا کر دیا اس لئے کہ وہ ظالم تھے۔ پس وہ اپنی چھتوں کے بل اور مٹی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بے کام پڑے ہیں اور بہت سے بکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں ○

کافروں کی حجت بازی بہت پرانی بیماری ہے: ☆ ☆ (آیت: ۴۲-۴۵) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کے ساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ دلائل سامنے تھے حق سامنے تھا لیکن منکروں نے مان کر نہ مانا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں۔ اپنے انجام پر غور کر لیں۔ لیکن جب وہ اپنی نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخر کار میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے۔ دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے ربانی دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا پھر آپ نے آیت وَكَذَلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخَذَهُ أَشَدُّ شِدِيدٌ تلاوت کی پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کر دیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں اور وہ گھرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہو گئیں ان کی آبادیاں ویران ہو گئیں ان کے کنوئیں خالی پڑے ہیں جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند وبالا اور پختہ تھے وہ آج ویران پڑے ہیں وہاں الو بول رہے ہیں ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بیکار ثابت ہوئی۔ رب کے عذاب نے تہس نہس کر دیا۔ جیسے فرمان ہے اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ دُرُكُهُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ یعنی گو تم چونچ گج بکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں۔

کیا وہ خود ز میں میں چلے پھرے نہیں یا کبھی غور و فکر بھی نہیں کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوتی؟ امام ابن ابی الدنیا کتاب الفکر والاخبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ لوہے کی نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ۔ وہ ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ

پھوٹ جائے۔ اسی کتاب میں بعض دانشمندان کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر۔ اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر اور زہد اور دنیا سے بچنے کے ساتھ اسے ماردے اور یقین کے ساتھ اس کو قوی کر لے اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے زمانے کی جگہ اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنادے دنوں کے الٹ پھیر اسے سمجھا کر بیدار کر دے۔ گزشتہ واقعات سے اسے عبرت ناک بنا۔ اگلوں کے قصے اسے سنا کر ہوشیار رکھ۔ ان کے شہروں میں اور ان کی سوانح میں اسے غور و فکر کرنے کا عادی بنا۔ اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہوا کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے؟

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا
أَوْ أَذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ
تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۖ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ
وَلَنْ يَخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا
تَعُدُّونَ ۖ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ
ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۖ وَإِلَى الْمَصِيرِ ۚ

کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی؟ جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں ○ عذاب کو تجھ سے جلدی طلب کر رہے ہیں۔ اللہ ہرگز اپنا وعدہ نہیں ٹالے گا ہاں البتہ تیرے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے ○ بہت سی نا انصافی کرنے والوں کی ہستیوں کو میں نے ڈھیل دی۔ پھر آتش انہیں پکڑ لیا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آتا ہے ○

(آیت: ۳۶) پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ، ان کی ہلاکت کے سچے افسانے سن کر عبرت حاصل کرو۔ سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سب سے برا اندھا پن دل کا ہے گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہوں۔ دل کے اندھے پن کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد بن جبارہ اندلسی نے جن کا انتقال ۵۱۷ھ میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پارہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور اپنے نفس کی برائی سے بھی توبہ خبر ہے؟ اگر نصیحت اڑ نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق نہ حاصل کیا جائے۔ یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج نہ چاند۔ گوجی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل نا خواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا۔ کیا امیر ہو، کیا غریب، کیا شہری ہو یا دیہاتی۔

ذرا صبر عذاب کا شوق پورا ہوگا: ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے فرما رہا ہے کہ یہ ملحد کفار اللہ کو اس کے رسول کو اور قیامت کے دن کو جھٹلانے والے تھے سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کر رہے ہیں کہ جلد ان عذابوں کو کیوں نہیں برپا کر دیا جاتا جن سے ہمیں ہر وقت ڈرایا دھمکایا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے بھی کہتے تھے کہ الہی اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے

سنگ باری کر یا اور کسی طرح کا دردناک عذاب بھیج - کہتے تھے کہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا معاملہ صاف کر دے۔ اللہ فرماتا ہے یاد رکھو اللہ کا وعدہ اٹل ہے۔ قیامت اور عذاب آ کر ہی رہیں گے۔ اولیاء اللہ کی عزت اور اعزاء اللہ کی ذلت یقینی اور ہو کر رہنے والی ہے۔ احمسی کہتے ہیں میں ابو عمرو بن علاء کے پاس تھا کہ عمرو بن عبید آیا اور کہنے لگا کہ اے ابو عمرو کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے اسی وقت عذاب کی ایک آیت تلاوت کی۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تو عجبی ہے؟ سن عرب میں وعدہ کا لفظ یعنی اچھی بات سے وعدہ خلافی کو برا فعل سمجھا جاتا ہے لیکن ایعاد کا یعنی سزا کے احکام کا رد و بدل یا معافی بری نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ کرم و رحم سمجھا جاتا ہے۔ دیکھو شاعر کہتا ہے۔

فانی و ان اوعدته او وعدته لمحلف ایعادی و منجز موعدی

میں کسی کو سزا کا کہوں یا اس سے انعام کا وعدہ کروں۔ تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اپنی دھمکی کے خلاف کر جاؤں بلکہ قطعاً ہرگز سزا نہ دوں لیکن اپنا وعدہ تو ضرور پورا کر کے ہی رہوں گا۔ الفرض سزا کا وعدہ کر کے سزا نہ کرنا یہ وعدہ خلافی نہیں۔ لیکن رحمت و انعام کا وعدہ کر کے پھر روک لیتا یہ بری صفت ہے جس سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک ایک دن اللہ کے نزدیک تمہارے ہزار ہزار سال کے برابر ہے۔ یہ بہ اعتبار اس کے علم اور بردباری کے ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ وہ ہر وقت ان کی گرفت پر قادر ہے اس لئے غفلت کیا ہے؟ گو کتنی ہی مہلت مل جائے گو کتنی ہی رسی دراز ہو جائے لیکن جب چاہے گا سانس لینے کی بھی مہلت نہ دے گا اور پکڑ لے گا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمان ہوتا ہے بہت سی بستیوں کے لوگ ظلم پر کرکے ہوئے تھے میں نے بھی ان سے چشم پوشی کر رکھی تھی جب مست ہو گئے تو اچانک گرفت کر لی۔ سب مجبور ہیں سب کو میرے ہی سامنے حاضر ہونا ہے سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فقرائے مسلمان مالدار مسلمانوں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے یعنی پانچ سو برس پہلے۔

اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا آدھے دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں تو یہی آیت سنائی۔ یعنی اللہ کے ہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ابوداؤد کی کتاب الملام کے آخر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ میری امت کو آدھے دن تک تو ضرور موخر رکھے گا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا آدھا دن کتنے عرصے کا ہوا؟ آپ نے فرمایا پانچ سو سال کا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کو پڑھ کر فرمانے لگے یہ ان دنوں میں سے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا (ابن جریر)۔

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں اس بات کو کھلے لفظ میں بیان کیا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت مثل آیت يُدَبِّرُ الْأُمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ الخ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے۔ ایک ہی دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ایک نو مسلم اہل کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک مثل ایک ہزار سال کے ہے جو تم گنتے ہو۔ اللہ نے دنیا کی اجل چھ دن کی کی ہے۔ ساتویں دن قیامت ہے اور ایک ایک دن مثل ہزار ہزار سال کے ہے پس چھ دن تو گزر گئے اور اب تم ساتویں دن میں ہو۔ اب تو بالکل اس حاملہ کی طرح ہے جو پورے دنوں میں ہو اور نہ جانے کب بچ ہو جائے۔

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَتِنَا مُعْجِرِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

اعلان کر دے کہ لوگو! میں تمہیں کھلم کھلا چوکنا کرنے والا ہی ہوں ○ پس جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں ان ہی کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو پست کرنے کے درپے رہتے ہیں وہی دوزخی ہیں ○

اطاعت الہی سے روکنے والوں کا حشر: ☆ ☆ (آیت: ۳۹-۵۱) چونکہ کفار عذاب مانگا کرتے تھے اور ان کی جلدی چاتے رہتے تھے ان کے جواب میں اعلان کرایا جا رہا ہے کہ لوگو! میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تمہیں رب کے عذابوں سے جو تمہارے آگے ہیں چوکنا کر دوں تمہارا حساب میرے ذمے نہیں۔ عذاب الہیکے بس میں ہے چاہے اب لائے چاہے دیر سے لائے۔ مجھے کیا معلوم کہ تم میں سے کس کی قسمت میں ہدایت ہے اور کون اللہ کی رحمت سے محروم رہنے والا ہے۔ چاہت اللہ کی ہی پوری ہونی ہے حکومت اسی کے ہاتھ ہے مختار اور کرتا دھرتا وہی ہے۔ کسی کو اس کے سامنے چوں و چرا کی مجال نہیں وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ میری حیثیت تو صرف ایک آگاہ کرنے والے کی ہے۔ جن کے دلوں میں یقین و ایمان ہے اور اس کی شہادت ان کے اعمال سے بھی ثابت ہے ان کے کل گناہ معافی کے لائق ہیں اور ان کی کل نیکیاں قدر دانی کے قابل ہیں۔ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ جو لوگ اوروں کو بھی راہ اللہ سے اطاعت رسول ﷺ سے روکتے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ سخت عذابوں اور تیز آگ کے ایندھن ہیں اللہ ہمیں بچائے۔ اور آیت میں ہے کہ ایسے کفار کو ان کے فساد کے بدلے عذاب پر عذاب ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَتَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكُمُ اللَّهُ آيَتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ہم نے تجھ سے پہلے جس رسول اور نبی کو بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ اپنے دل میں کوئی آرزو کرنے لگا شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ملا دیا پس شیطان کی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ پھر اپنی باتیں کہی کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے ○ یہ اس لئے کہ شیطانی ملاوٹ کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں۔ بے شک گنہگار لوگ دوزخ راہ کی مخالفت میں ہیں ○ اور اس لئے بھی کہ جنہیں علم عطا فرمایا گیا ہے وہ یقین کر لیں کہ یہ تیرے رب ہی کی طرف سے سراسر حق ہی ہے پھر وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل ان کی طرف جھک جائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں

الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا۔ یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دیئے تھے۔ یہ روایت بھی مرسل ہے۔ بیہقی کی کتاب دلائل النبوة میں بھی یہ روایت ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے اپنی سیرت میں لائے ہیں۔ لیکن یہ سندیں مراسلات اور مقطعات ہیں واللہ اعلم۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں۔ پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کے بچاؤ کا ذمہ دار محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہو گئی۔ پھر بہت سے جواب دیئے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور ﷺ کے منہ سے نکلے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز واللہ اعلم۔ اور ابھی اسی قسم کے بہت سے جواب مشککین نے دیئے ہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شفا میں اسے چھیڑا ہے اور ان کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ کا اپنا فرمان اس بات کا ثبوت ہے کہ شیطان کا تصرف نبی اکرم پر ناممکن ہے مگر جب کہ وہ آرزو کرتا ہے الخ اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی فرمائی گئی ہے کہ آپ اس میں پریشاں خاطر نہ ہوں اگلے نبیوں رسولوں پر بھی ایسے اتفاقات آئے۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ اس کی آرزو میں جب نبی بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں بول شامل کر دیتا ہے۔ پس شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر کے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کرتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں تمنیٰ کا معنی قال کے ہیں امانیتہ کے معنی قراءتہ کے ہیں۔ الا امانی کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے ہیں لکھتے نہیں۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر مفسرین کہتے ہیں تمنیٰ کے معنی تلا کے ہیں یعنی جب کتاب اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ ڈال دیتا ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں شاعر نے کہا ہے۔

تمنیٰ کتاب اللہ اول لیلئہ واخرہا لاقی حمام المقدار

یہاں بھی لفظ تمنیٰ پڑھنے کے معنی میں ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں یہ قول بہت قریب کی تاویل والا ہے۔ نسخ کے حقیقی معنی لغتاً ازالہ اور رفع کے یعنی ہٹانے اور مٹا دینے کے ہیں یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ شیطان کے القا کو باطل کر دیتا ہے۔ جبریل علیہ السلام بحکم الہی شیطان کی زیادتی کو مٹا دیتے ہیں اور اللہ کی آیتیں مضبوط رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کا جاننے والا ہے کوئی مخفی بات بھی کوئی راز بھی اس پر پوشیدہ نہیں۔ وہ حکیم ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ یہ اس لئے کہ جن کے دلوں میں شک، شرک، کفر اور نفاق ہے ان کے لئے یہ فتنہ بن جائے چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے۔ لہذا مریض دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں۔ ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں۔ اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل ایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بے شک یہ اللہ کا کلام ہے جس میں تو اس قدر اس کی حفاظت، صیانت اور نگہداشت ہے کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ حکیم و حمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ پس ان کے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں، جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے، صراط مستقیم بچھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر بلند درجوں میں پہنچاتا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مَرِيَةٍ مِّنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ
السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ يَوْمٍ عَقِيمٍ ۝ أَلَمْ لِكُ
يَوْمَ مِذِّ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فِي حَيَاتِ النَّعِيمِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاُولَٰئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

کافر اس وحی اللہ میں ہمیشہ شک و شبہ ہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان کے سروں پر قیامت آ جائے یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو خیر سے خالی ہے ○ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی۔ وہی ان میں فیصلے فرمائے گا ایمان اور نیک عمل والے تو نعمتوں سے بھرپور جنتوں میں ہوں گے ○ اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو نہ مانا تھا ان کے لئے ذلیل کرنے والے عذاب ہی ہوں گے ○

کافروں کے دل سے شک و شبہ نہیں جائے گا: ☆ ☆ (آیت: ۵۵-۵۷) یعنی کافروں کو جو شک و شبہ اللہ کی اس وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جائے گا۔ شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا۔ قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے۔ اس وقت یہ محض بے شعور ہوں گے جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے ہیں۔ جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پروا ہو گئے تھے۔ اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور علانیہ مجرم ہوں یا انہیں بے خبر دن کا عذاب پہنچے جو دن ان کے لئے مخصوص ثابت ہوگا۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے۔ یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب الہی کا دن تھا۔ اس دن صرف اللہ ہی کی بادشاہت ہوگی۔ جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اور آیت میں ہے اس دن رحمن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا۔ فیصلے خود اللہ کے ہوں گے۔ جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی جن کی زبانیں دل کی مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں۔ جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا جو حق کو جھٹلاتے تھے نبیوں کے خلاف کرتے تھے اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَبِّدُوا لَهُمْ جَهَنَّمَ دُخْرَيْنَ جُولُوكِ مِثْرِي عِبَادَتِي سِرْشِي کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمُ
اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ۝ لِيَدْخِلَنَّهُمْ
مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ ذَلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ
بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ
اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۝

اور جن لوگوں نے راہ اللہ میں ترک وطن کیا پھر وہ شہید کر دیئے گئے یا اپنی موت مر گئے اللہ تعالیٰ انہیں ضرور بہترین روزیاں عطا فرمائے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ○ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی راضی ہو جائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے ○ بات یہی ہے اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ کا بہترین رزق پانے والے لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۵۸-۶۰) یعنی جو شخص اپنا وطن اپنے اہل و عیال اپنے دوست احباب چھوڑ کر اللہ کی رضا مندی کے لئے اس کی راہ میں ہجرت کر جائے اس کے رسول کی اور اس کے دین کی مدد کے لئے پہنچے پھر وہ میدان جہاد میں دشمن کے ہاتھوں شہید کیا جائے یا بے لڑے بھڑے اپنی قضا کے ساتھ اپنے بستر پر اسے موت آ جائے اسے بہت بڑا اجر اور بزرگ دست ثواب اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ یعنی جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آ جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے طے ہو چکا۔ ان پر اللہ کا فضل ہوگا۔ انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے۔ انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں۔ ایسے لوگوں کو راحت و رزق اور جنت ملے گی۔ اپنی راہ کے سچے مہاجرین کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وہ بڑے حلم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت کو قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ راہ الہی میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اللہ تعالیٰ ان کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہے۔ اس آیت سے اور اسی بارے کی حدیثوں سے بھی۔

حضرت شرجیل بن سمط فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص راہ الہی کی تیاری میں مر جائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ فتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر تم چاہو تو آیت وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَخْرَجَ اللَّهُ مِنْهُمُ آلَهُمْ وَلَهُمْ فِي اللَّهِ مَرْجُوٌّ كَبِيرٌ پڑھ لو۔ حضرت ابو بقیل اور ربیعہ بن سیف مغافری کہتے ہیں ہم روم کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ اس کی قبر میں سے انھوں خواہ اس کی میں سے۔ سنو کتاب اللہ میں ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہئے جنت جگہ اور روزی عمدہ۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس چھوٹے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کے حرمت کے مہینے میں لڑائی کی۔ اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا دکھایا۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ النّٰلَ فِي النّٰهَارِ وَيُوَلِّجُ النّٰهَارَ فِي النّٰلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝

یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں پہنچاتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے اور بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ○ یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہی ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا اور کبریائی والا ہے ○

اس پر کوئی حاکم نہیں: ☆ ☆ (آیت: ۶۱-۶۲) اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ خالق اور متصرف صرف وہی ہے اپنی ساری مخلوق میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ فرمان ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ اِنِّیْ اَلِیُّ تُوٰی مَالِکُ الْمَلِکِ ہے۔ جسے چاہے ملک دے۔ جس سے چاہے لے لے جسے چاہے عزت کا جھولا جھلائے جسے چاہے درد سے بھیک منگائے ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھ ہیں تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ دن کو رات میں رات کو دن میں تو ہی لے جاتا ہے۔ زندے کو مردے سے مردے کو زندے سے تو ہی نکالتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بے حساب روزیاں پہنچاتا ہے۔ پس کبھی کے دن بڑے راتیں چھوٹی کبھی کی راتیں بڑی دن چھوٹے جیسے گرمیوں اور جاڑوں میں ہوتا ہے۔ بندوں کی تمام باتیں اللہ سنتا ہے ان کی تمام حرکات و سکنات دیکھتا ہے کوئی حال اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کوئی حاکم نہیں بلکہ کوئی چوں و چرا بھی اس کے سامنے نہیں کر سکتا۔ وہی سچا معبود ہے۔ عبادتوں کے لائق اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ زبردست غلبے والا بڑی شان والا وہی ہے۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے۔ جو نہیں چاہتا ناممکن کہ وہ ہو جائے۔ ہر شخص اس کے سامنے فقیر ہر ایک اس کے آگے عاجز۔ اس کے سوا جسے لوگ پوجیں وہ باطل، کوئی نفع نقصان کسی کے ہاتھ نہیں وہ بلند یوں والا عظمتوں والا ہے۔ ہر چیز اس کے ماتحت اس کے زیر حکم اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی رب نہ اس سے کوئی بڑا نہ اس پر کوئی غالب۔ وہ تقدس والا وہ عزت و جلالت والا ظالموں کی کبھی ہوئی تمام ٹکلی باتوں سے پاک سب خوبیوں والا تمام نقصانات سے دور۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِيْرٌ ۝ لّٰهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِیْدُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفَلَکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَيُمِیْسُ السَّحَابَ اَنْ تَقَعَ عَلٰی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ اَحْیَاكُمْ ثُمَّ یَمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ ۝

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پس زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا باخبر ہے ○ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا ○ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے بس میں کر دی ہیں اور اس کے فرمان سے

پانی میں چلتی ہوئی کشتیاں بھی وہی آسمان کو تھاے ہوئے ہے کہ زمین پر اس کی پروا بھی (اجازت) بغیر گرنہ پڑے بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت و مہربانی کرنے والا اور مہربان ہے ○ اسی نے تمہیں جلایا ہے۔ پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا۔ پھر وہی تمہیں زندہ کر دے گا۔ بے شک انسان البتہ ناشکر ہے ○

قدرت اور غلبہ الہی کا اظہار: ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۶) اپنی عظیم الشان قدرت اور زبردست غلبے کو بیان فرما رہا ہے کہ سو کھی غیر آباد مردہ زمین پر اس کے حکم سے ہوائیں بادل لاتی ہیں جو پانی برساتا ہے اور زمین آباد لہلہاتی ہوئی سرسبز ہو جاتی ہے گویا جی اٹھتی ہے۔ یہاں پر ”ف“ تعقیب کے لئے ہے۔ ہر چیز کی تعقیب اسی کے انداز سے ہوتی ہے۔ نطفے کا علقہ ہوتا، پھر علقے کا مضغ ہوتا جہاں بیان فرمایا ہے وہاں بھی ”ف“ آئی ہے اور ہر دو صورت میں چالیس دن کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی مذکور ہے کہ حجاز کی بعض زمینیں ایسی بھی ہیں کہ بارش کے ہوتے ہی معاصر سرخ و سبز ہو جاتی ہیں فاللہ اعلم۔ زمین کے گوشوں میں اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب اللہ کے علم میں ہے۔ ایک ایک دانہ اس کی دانست میں ہے۔ پانی وہیں پہنچتا ہے اور وہ اگ آتا ہے۔ جیسے حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں ہے کہ اے بچے اگر چہ کوئی چیز رانگی کے دانے برابر ہو چاہے کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں یا زمین میں اللہ اسے ضرور لائے گا۔ اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے۔ ایک اور آیت میں ہے زمین و آسمان کی ہر پوشیدہ چیز کو اللہ ظاہر کر دے گا۔ ایک آیت میں ہے ہر پتے کے بھرنے کا ہر دانے کا جوزمین کے اندھروں میں ہو ہر تر و خشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے۔ ایک اور آیت میں ہے کوئی ذرہ آسمان و زمین میں الہمس پوشیدہ نہیں کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔ امیہ بن ابیصلت یا زید بن عمرو بن نفیل کے قصیدے میں ہے۔

وَقَوْلًا لَهُ مِنْ يُنْبِئُ الْحَبَّ فِي الثَّرَى
وَ يَخْرِجُ مِنْهُ حَبَّةً فِي رُؤْسِهِ
فَفِي ذَٰلِكَ آيَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا

”اے میرے دونوں بیٹے! تم اس سے کہو کہ مٹی میں سے دانے کون نکالتا ہے کہ درخت پھوٹ کر جھوٹے لگتا ہے اور اس کے سرے پر بالی نکل آتی ہے۔ عقل مند کے لئے تو اس میں قدرت کی ایک چھوڑ کئی نشانیاں موجود ہیں۔“

تمام کائنات کا مالک وہی ہے۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے۔ ہر ایک اس کے سامنے فقیر اور اس کی بارگاہ عالی کا محتاج ہے۔ سب انسان اس کے غلام ہیں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ کل حیوانات، جمادات، کھیتیاں، باغات اس نے تمہارے فائدے کے لئے تمہاری ماتحتی میں دے رکھے ہیں۔ آسمان و زمین کی چیزیں تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔ اس کا احسان و فضل و کرم ہے کہ اسی کے حکم سے کشتیاں تمہیں ادھر سے ادھر لے جاتی ہیں۔ تمہارے مال و متاع ان کے ذریعے یہاں سے وہاں پہنچتے ہیں۔ پانی کو چیرتی ہوئی، موجوں کو کاٹتی ہوئی بحکم الہی ہواؤں کے ساتھ کشتیاں تمہارے نفع کے لئے چل رہی ہیں۔ یہاں کی ضرورت کی چیزیں وہاں سے وہاں کی یہاں سے برابر پہنچتی رہتی ہیں۔ وہ خود آسمان کو تھاے ہوئے ہے کہ زمین پر گرنہ پڑے ورنہ ابھی وہ حکم دے تو یہ زمین پر آ رہے اور تم سب ہلاک ہو جاؤ۔

انسانوں کے گناہوں کے باوجود اللہ ان پر رافت و شفقت بندہ نوازی اور غلام پروری کر رہا ہے۔ جیسے فرمان ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ اَلْحٰ لُوْگوں کے گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان پر صاحب مغفرت ہے۔ ہاں بیشک وہ سخت عذابوں والا بھی ہے۔ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ وہی تمہیں فنا کرے گا۔ وہی پھر دوبارہ پیدا کرے گا۔ جیسے فرمایا كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاٰنًا فَاَحْيَاكُمْ اَلْحٰ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اسی نے تمہیں زندہ کیا پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر دوبارہ زندہ کر دے گا۔ پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ایک اور آیت میں ہے قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اَلْحٰ اللہ ہی تمہیں جلاتا (زندہ کرتا) ہے پھر وہی تمہیں مار ڈالے گا پھر تمہیں قیامت والے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جمع کرے گا۔ اور جگہ فرمایا وہ کہیں گے کہ الہی

تو نے ہمیں دو دفعہ مارا اور دو دفعہ جلایا۔ پس کلام کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خدا کے ساتھ تم دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ دوسروں کی عبادت اس کے ساتھ کیسے کرتے ہو؟ پیدا کرنے والا فقط وہی روزی دینے والا صرف وہی مالک ومختار فقط وہی۔ تم کچھ نہ تھے اس نے تمہیں پیدا کر دیا۔ پھر تمہاری موت کے بعد پھر سے پیدا کرے گا یعنی قیامت کے دن۔ انسان بڑا ہی ناشکر اور بے قدر ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعَنَّكَ فِي الْأَمْرِ
وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ۝ وَإِنْ جَدَلُوكَ
فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا
كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

ہر امت کے لئے ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جسے وہ بجالانے والے ہیں۔ پس انہیں اس امر میں تجھ سے جھگڑنا کرنا چاہئے۔ تو اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلاتا رہے یقیناً تو ٹھیک ہدایت پر ہی ہے ○ پھر بھی اگر یہ لوگ تجھ سے الجھنے لگیں تو تو کہہ دینا کہ تمہارے اعمال سے اللہ بخوبی واقف ہے ○ بے شک تمہارے سب کے اختلاف کا فیصلہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا ○

مناسک کے معنی: ☆ ☆ (آیت: ۶۷-۶۹) اصل میں عربی زبان میں منسک کا لفظی ترجمہ وہ جگہ ہے جہاں انسان جانے آنے کی عادت ڈال لے۔ احکام حج کی بجا آوری کو اسی لئے مناسک کہا جاتا ہے کہ لوگ بار بار وہاں جاتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ منقول ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر امت کے پیغمبر کے لئے ہم نے شریعت مقرر کی ہے اس امر میں لوگ نہ لڑیں، سے مراد یہ مشرک لوگ ہیں اور اگر مراد ہر امت کے بطور قدرت کے ان کے افعال کا تقرر کرنا ہے جیسے سورہ بقرہ میں فرمان ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جدھر وہ متوجہ ہوتا ہے یہاں بھی ہے کہ وہ اس کے بجالانے والے ہیں تو ضمیر کا اعادہ بھی خود ان پر ہی ہے یعنی یہ اللہ کی قدرت اور ارادے سے کر رہے ہیں ان کے جھگڑنے سے تو بد دل نہ ہوا اور حق سے نہ ہٹ۔ اپنے رب کی طرف بلاتا رہے اور اپنی ہدایت واستقامت پر مکمل یقین رکھ۔ یہی راستہ حق سے ملانے والا ہے۔ کامیابی سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ جیسے فرمایا ہے وَلَا يَصُدُّنَكَ عَنْ آيَةِ اللَّهِ الْخَبَرُ دَارِ كَيْسٍ يَهُ لُوكُ تَجْجَ اللّٰهُ كِی آیتوں کے تیرے پاس پہنچ جانے پر بھی ان سے روک نہ دیں اپنے رب کے راستے کی دعوت عام برابر دیتا رہ۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی حق قبول کرنے سے جائے تو اس سے کنارہ اختیار کیجئے اور کہہ دے کہ اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ جیسے کئی جگہ اسی مضمون کو دہرایا ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو ان سے کہہ دے کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے کرکوت سے بیزار ہوں۔ پس یہاں بھی ان کے کان کھول دیئے کہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے وہ تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کو بھی جانتا ہے اور وہی ہم تم میں کافی شاہد ہے۔ قیامت کے دن ہم تم میں فیصلہ اللہ آپ کر دے گا اور اس وقت سارے اختلافات مٹ جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے تو اسی کی دعوت دیتا رہ اور ہمارے حکم پر ثابت قدم رہ اور کسی کی خواہش کے پیچھے نہ لگ اور صاف اعلان کر دے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب پر نیر ایمان ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي
كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝

کیا تجھے اتنا بھی علم نہیں کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے ○

کمال علم رب کی شان: ☆ ☆ (آیت: ۷۰) رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں۔ کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا، مخلوق کی تقدیر لکھی۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا۔ اسے قلم نے قلمبند کر لیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا، قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت تک کا ہے۔ پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم الہی میں تھے اس نے لکھ لئے۔ پس اسی کو اپنے نبی ﷺ سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں۔ پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یونہی واقع میں ہونے والا ہے۔ اللہ کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا۔ ہر فرماں بردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر تھی اور یہ امر اللہ پر مشکل بھی نہ تھا۔ سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرُ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قُلْ أَفَأَنْتُمْ كُمُ بِشَرٍّ مِّنْ ذَلِكَُمُ النَّارُ وَعَدَهَا اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَبَشِّرِ الْمَصِيرُ ۝

اللہ کے سوا انہیں پوج رہے ہیں جس کی کوئی ربانی دلیل نازل نہیں ہوئی نہ وہ خود ہی اس کا کوئی علم رکھتے ہیں، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ جب ان کے سامنے ہمارے کلام کی کھلی ہوئی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو تو کافروں کے چہروں پر ناخوشی کے صاف آثار پہچان لیتا ہے وہ تو قریب ہوتے ہیں کہ ہماری آیتیں سنانے والوں پر حملہ کر بیٹھیں کہہ دے کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ ناخوشی کی خبر دوں؟ وہ آگ ہے جس کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کر رکھا ہے اور وہ

بہت ہی بری جگہ ہے ○

شیطان کی تقلید: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۲) بلا سند بغیر دلیل کے اللہ کے سوا دوسرے کی پوجا پاٹ، عبادت و بندگی کرنے والوں کا جہل و کفر بیان فرماتا ہے کہ شیطانی تقلید اور باپ دادا کی دیکھا دیکھی کے سوا نہ کوئی نقلی دلیل ان کے پاس ہے نہ عقلی۔ چنانچہ اور آیت میں ہے وَمَنْ

يَذُوعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ الخ جو بھی اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بے دلیل پکارے اس سے اللہ خود باز پرس کر لے گا، ناممکن ہے کہ ایسے ظالم چمٹکارا پا جائیں۔ یہاں بھی فرمایا کہ ان ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہ الہ کے کسی عذاب سے انہیں بچالے۔ ان پر خدا کے پاک کلام کی آیتیں صبح دلیلیں واضح جہتیں جب پیش کی جاتی ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ اللہ کی توحید و ربوبوں کی اتباع کو صاف طور پر بیان کیا تو انہیں سخت غصہ آیا ان کی شکلیں بدل گئیں تیوریوں پر بل پڑنے لگے آستینیں چڑھنے لگیں۔ اگر بس چلے تو زبان کھینچ لیں۔ ایک لفظ حقانیت کا زمین پر نہ آنے دیں۔ اسی وقت گلا گھونٹ دیں۔ ان سچے خیر خواہوں کی اللہ کے دین کے مبلغوں کی برائیاں کرنے لگتے ہیں۔ زبانیں ان کے خلاف چلنے لگتی ہیں اور ممکن ہو تو ہاتھ بھی ان کے خلاف اٹھنے میں نہیں رکتے۔

فرمان ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ان سے کہہ دو کہ ایک طرف تو تم جو دکھ ان اللہ کے دین کے متوالوں کو پہنچانا چاہتے ہو اسے وزن کرو دوسری طرف اس دکھ کا وزن کر لو جو تمہیں یقیناً تمہارے کفر و انکار کی وجہ سے پہنچنے والا ہے۔ پھر دیکھو کہ بدترین چیز کون سی ہے؟ وہ آتش دوزخ اور وہاں کے طرح طرح کے عذاب یا جو تکلیف تم ان سچے موحدوں کو پہنچانا چاہتے ہو؟ گو یہ بھی تمہارے ارادے ہی ارادے ہیں۔ اب تم ہی سمجھ لو کہ جہنم کیسی بری جگہ ہے؟ کس قدر ہولناک ہے؟ کس قدر ایذا دہندہ ہے؟ اور کتنی مشکل والی جگہ ہے؟ یقیناً وہ نہایت ہی بدترین جگہ اور بہت ہی خوفناک مقام ہے جہاں راحت و آرام کا نام بھی نہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبَ مَثَلٍ ۖ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۚ وَإِنْ
يَسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ
وَالْمَطْلُوبُ ۚ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے۔ ذرا کان لگا کر سن تو لو اللہ کے سوا جن جن کو تم پکار رہے ہو وہ ایک کبھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں بلکہ اگر کبھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے ○ انہوں نے اللہ کے مرتبے کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے ○

کم عقل پجاری ☆ ☆ (آیت ۷۳-۷۴) اللہ کے ماسوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کی کمزوری اور ان کے پجاریوں کی کم عقلی بیان ہو رہی ہے کہ اے لوگو! یہ جاہل جس جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں رب کے ساتھ یہ جو شرک کرتے ہیں ان کی ایک مثال نہایت عمدہ اور بالکل واقعہ کے مطابق بیان ہو رہی ہے۔ ذرا توجہ سے سنو کہ ان کے تمام کے تمام بت ٹھاکر وغیرہ جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں جمع ہو جائیں اور ایک کبھی بنانا چاہیں تو سارے عاجز آ جائیں گے اور ایک کبھی بھی پیدا نہ کر سکیں گے۔ مسند احمد کی حدیث قدسی میں فرمان الہی ہے اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری طرح کسی کو بنانا چاہتا ہے۔ اگر واقعہ میں کسی کو یہ قدرت حاصل ہے تو ایک ذرہ ایک کبھی یا ایک دانہ اناج کا ہی خود بنا دے۔

بخاری و مسلم میں الفاظ یوں ہیں کہ وہ ایک ذرہ یا ایک جوہی بنا دیں۔ اچھا اور بھی ان کے معبودان باطل کی کمزوری اور ناتوانی سنو کہ یہ ایک کبھی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ ان کا حق ان کی چیز ان سے چھیننے چلی جارہی ہے یہ بے بس ہیں یہ بھی تو نہیں کر سکتے کہ اس سے اپنی

چیز ہی واپس لے لیں بھلا کبھی جیسی حقیر اور کمزور مخلوق سے بھی جو اپنا حق نہ لے سکے اس سے بھی زیادہ کمزور بودا ضعیف ناتوان بے بس اور گرا پڑا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں طالب سے مراد بت اور مطلوب سے مراد کبھی ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور ظاہر لفظوں سے بھی یہی ظاہر ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ طالب سے مراد عابد اور مطلوب سے مراد اللہ کے سوا اور معبود۔ اللہ کی قدر و عظمت ہی ان کے دلوں میں نہیں رہی۔ اگر ایسا ہوتا تو اتنے بڑے توانا اللہ کے ساتھ ایسی ذلیل مخلوق کو کیوں شریک کر لیتے۔ جو کبھی اڑانے کی بھی قدرت نہیں رکھتی جیسے مشرکین قریش کے بت تھے۔ اللہ اپنی قدرت و قوت میں یتکا ہے تمام چیزیں بے نمونہ سب سے پہلی پیدائش میں اس نے پیدا کر دی ہیں کسی ایک سے بھی مدد لیے بغیر پھر سب کو ہلاک کر کے دوبارہ اس سے بھی زیادہ آسانی سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ بڑی مضبوط پکڑ والا ابتدا اور اعادہ کرنے والا رزق دینے والا اور بے انداز قوت رکھنے والا ہے۔ سب کچھ اس کے سامنے پست ہے کوئی اس کے ارادے کو بدلنے والا اس کے فرمان کو ٹالنے والا اس کی عظمت اور سلطنت کا مقابلہ کرنے والا نہیں۔ وہ واحد و قہار ہے۔

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ
سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَإِلَى اللَّهِ
تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا
رَبَّكُمْ ۖ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسولوں کو اللہ ہی چھانت لیتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۝ وہ بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں ۝ اے ایمان والو! رکوع سجدہ کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۝

منصب نبوت کا حقدار کون؟ ☆ ☆ (آیت: ۷۵-۷۶) اپنی مقرر کردہ تقدیر کے جاری کرنے اور اپنی مقرر کردہ شریعت کو اپنے رسول ﷺ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ جس فرشتے کو چاہتا ہے مقرر کر لیتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ بندوں کے سب اقوال سنتا ہے ایک ایک بندہ اور اس کے اعمال اس کی نگاہ میں ہیں۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ منصب نبوت کا مستحق کون ہے؟ جیسے فرمایا اللہ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ رَبِّهِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ وَمَا يُغِيبُ عَنْهُ الشَّيْءُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ ۚ إِنَّهُ يَعْلَمُ غُيُوبَ النَّاسِ ۚ (آیت: ۷۷) رسولوں کے آگے پیچھے کا اللہ کو علم ہے کیا اس تک پہنچا کیا اس نے پہنچایا سب اس پر ظاہر و باہر ہے۔ جیسے فرمان ہے عَلِيمُ الْغُيُوبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَهُوَ غَافِلٌ عَنِ الَّذِينَ يُشْرِكُونَ بِهِ ۚ إِنَّكَ تَكُنْ مِنْ عِنْدِ رَبِّكَ مُنْجِلٌ لِّلْكَافِرِينَ ۚ (آیت: ۷۸) وہ غیب کا جاننے والا ہے اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا۔ ہاں جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے اس کے آگے پیچھے پہرے مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دئے اور اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے جو ان کے پاس ہے اور ہر چیز کی گنتی تک اس کے پاس شمار ہو چکی ہے۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسولوں کا نگہبان ہے جو انہیں کہنا جاتا ہے اس پر خود گواہ ہے خود ہی ان کا حافظ ہے اور ان کا مددگار بھی ہے۔ جیسے فرمان ہے يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ ۚ (آیت: ۷۹) اے رسول ﷺ جو کچھ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اترا ہے پہنچا دے۔ اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔ تیرا بچاؤ اللہ

کے ذمے ہے الحج۔

سورہ حج کو دو سجدوں کی فضیلت حاصل ہے: ☆ ☆ (آیت: ۷۷) اس دوسرے سجدے کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلے سجدے کی آیت کے موقع پر ہم نے وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سورہ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی۔ جو یہ سجدے نہ کرے وہ یہ پڑھے ہی نہیں۔“ پس رکوع ”سجدہ عبادت اور بھلائی کا حکم کر کے فرماتا ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝۷۸

اور راہ اللہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا اس کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی نئی چیز نہیں ڈالی دین تمہارے باپ ابراہیم کا اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ بغیر تم پر گواہ ہو جائے اور تم اور تمام لوگوں کے گواہ بن جاؤ پس تمہیں چاہئے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تمام لوگوں کی تمہارا ولی اور مالک ہے پس کیا یہی اچھا مالک ہے؟ اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے؟

امت مسلمہ کو سابقہ امتوں پر فضیلت: ☆ ☆ (آیت: ۷۸) اپنے مال و جان اور اپنی زبان سے راہ اللہ میں جہاد کرو اور حق جہاد ادا کرو۔ جیسے حکم دیا ہے کہ اللہ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اسی نے تمہیں برگزیدہ اور پسندیدہ کر لیا ہے۔ اور امتوں پر تمہیں شرافت و کرامت، عزت و بزرگی عطا فرمائی۔ کامل رسول اور کامل شریعت سے تمہیں سربرآوردہ کیا، تمہیں آسان، سہل اور عمدہ دین دیا۔ وہ احکام تم پر نہ رکھے وہ سختی تم پر نہ کی وہ بوجھ تم پر نہ ڈالے جو تمہارے بس کے نہ ہوں جو تم پر گراں گزریں، جنہیں تم بجانہ لاسکو۔ اسلام کے بعد سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ تاکید والا رکن نماز ہے اسے دیکھئے گھر میں آرام سے بیٹھے ہوں تو چار رکعتیں فرض اور پھر اگر سفر ہو تو وہ بھی دو ہی رہ جائیں اور خوف میں تو حدیث کے مطابق صرف ایک ہی رکعت وہ بھی سواری پر ہو تو اور پیدل ہو تو رو بہ قبلہ ہو تو اور دوسری طرف توجہ ہو تو۔ اسی طرح یہی حکم سفر کی نفل نماز کا ہے کہ جس طرف سواری کا منہ ہو پڑھ سکتے ہیں۔

پھر نماز کا قیام بھی بوجہ بیماری کے ساقط ہو جاتا ہے۔ مریض بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے ادا کر لے۔ اسی طرح اور فرائض اور واجبات کو دیکھو کہ کس قدر ان میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں رکھی ہیں۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میں ایک طرفہ اور بالکل آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو فرمایا تھا ”تو خوشخبری سنانا نفرت نہ دلانا آسانی کرنا سختی نہ کرنا۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی حدیثیں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی یہی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی سختی و سختی نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ملہ کا نصب بہ نزاع خفص ہے گویا اصل میں کملۃ ابیکم تھا اور ہو سکتا ہے کہ الزمو کو محذوف مانا جائے اور ملۃ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائے گا دینا قیما الحج اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم

علیہ السلام سے بھی پہلے۔ کیونکہ ان کی دعوتھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنادے۔ لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ چٹا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو بہت ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا۔ تو پہلے سے کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں اور ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب میں۔ یہی قول حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے۔ ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔

پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ یہ دین وہ ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا ذکر میری سابقہ کتابوں میں بھی ہے۔ مدتوں سے انبیاء کی آسمانی کتابوں میں تمہارا جہ جے چلے آ رہے ہیں۔ سابقہ کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں۔ پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا ہے۔ نسائی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے (یعنی باپ دادوں پر حسب و نسب پر فخر کرے دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے) وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ وہ روزے رکھتا ہو؟ اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اگر چہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو نام تمہارا رکھے ہیں انہی ناموں سے اپنے آپ کو منسوب کرو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی پکارا کرو۔ یعنی مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔ سورہ بقرہ کی آیت یَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا اللَّهَ کی تفسیر میں ہم اس حدیث کو بیان کر چکے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ہم نے تمہیں عادل، عمدہ، بہتر امت اس لئے بنایا ہے اور اس لئے تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کر دی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد ﷺ کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کریں گی کہ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی ان پر معتبر مانی جائے گی۔ اس بارے میں کہ ان کے رسولوں نے پیغام الہی انہیں پہنچا دیا ہے وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں اور خود رسول اللہ ﷺ اس امت پر شہادت دیں گے کہ آپ نے انہیں دین الہی پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اس بابت جتنی حدیثیں ہیں اور اس بارے کی جتنی تفسیر ہے وہ ہم سب کی سب سورہ بقرہ کے سترھویں رکوع کی آیت وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّئَلَّكُمْ تَعْلَمُوا کی تفسیر میں لکھ آئے ہیں۔ اس لئے یہاں اسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہیں دیکھ لی جائے۔ وہیں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کا واقعہ بھی بیان کر دیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان نعمت کا شکریہ تمہیں ضرور ادا کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو اللہ کے فرائض تم پر ہیں انہیں شوق خوشی سے بجالاؤ۔ خصوصاً نماز اور زکوٰۃ کا پورا خیال رکھو۔ جو کچھ اللہ نے واجب کیا ہے اسے دلی محبت سے بجالاؤ اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں اور ان کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ پس نماز جو خالص رب کی ہے اور زکوٰۃ جس میں رب کی عبادت کے علاوہ مخلوق کے ساتھ احسان بھی ہے کہ امیر لوگ اپنے مال کا ایک حصہ فقیروں کو خوشی خوشی دیتے ہیں ان کا کام چلتا ہے دل خوش ہو جاتا ہے اس میں بھی اللہ کی طرف سے بہت آسانی ہے حصہ بھی کم ہے اور سال بھر میں ایک ہی مرتبہ۔ زکوٰۃ کے کل احکام سورہ توبہ کی آیت زَكَاةً اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ لِّئَلَّكُمْ تَعْلَمُوا کی تفسیر میں ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔ وہیں دیکھ لئے جائیں۔

پھر حکم ہوتا ہے کہ اللہ پر پورا بھروسہ کھو اسی پر توکل کرو اپنے تمام کاموں میں اس سے امداد طلب کیا کرو ہر وقت اعتماد اس پر رکھو

اسی کی تائید پر نظریں رکھو۔ وہ تمہارا مولیٰ ہے تمہارا حافظ ہے ناصر ہے تمہیں تمہارے دشمنوں پر کامیابی عطا فرمانے والا ہے۔ وہ جس کا ولی بن گیا اسے کسی اور کی ولایت کی ضرورت نہیں سب سے بہتر والی وہی ہے سب سے بہتر مددگار وہی ہے تمام دنیا گو دشمن ہو جائے لیکن وہ سب پر قادر ہے اور سب سے زیادہ قوی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر۔ میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی فرما دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہو گا میں تجھے ان میں سے بچالوں گا۔ برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر و ضبط سے کام لے مجھ پر نگاہیں رکھ میری مدد پر بھروسہ رکھ میری امداد پر راضی رہ یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے۔ اپنی امداد نصیب فرمائے۔ آمین) واللہ اعلم۔

الحمد للہ سورہ حج کی تفسیر ختم ہوئی۔

اور اسی کے ساتھ اللہ کے فضل و کرم سے سترہویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔